قلب

از قلم فاطمہ سیال

NOVEL HUT

All rights are reserved by the author , you can't copy or

steal any of the scenes written in this novel .

If you do so, serious action will be taken .

JazakAllah

باب اوّل : أنت یا قلبي

(تم میرا دل ہو)

"وحالما یحیي قلبک یستطیع أن یعید تشکیلہ بالکامل، أجمل مما کان."

"اور ایک بار جب وہ آپ کے دل کو زندہ کرتا ہے، تو وہ اسے مکمل طور پر نئی شکل دے سکتا ہے، اس سے زیادہ خوبصورت۔"

(Arabic Islamic Quote)

کیپٹن زیان پاشا نے ونڈشیلڈ کے پار دیکھا، رن وے کی روشنیاں ایک مینارے کی طرح چمک رہی تھیں۔ ماہر ہاتھوں سے، اس نے فلائٹ کنٹرولز کو نرمی سے سنبھالا، اور پلین کو دھیرے دھیرے نیچے اتارا۔ پہیے ہلکے سے رن وے کو چھوتے ہوئے، ایک نرم سا جھٹکا محسوس ہوا۔ انجنوں نے الٹا زور دیا، پلین کی رفتار آہستہ کرتے ہوئے، اور اس کے ساتھ ہی رن وے کی روشنیاں رفتاریں مدھم پڑنے لگیں۔ جیسے ہی پلین آخرکار رکا، زیان نے سکون کی سانس لی اور اس کے لبوں پر ایک مسکراہٹ ابھری۔ ایک اور بے عیب لینڈنگ، ایک اور کامیابی کا لمحہ۔

پلین کے دروازے کھلتے ہی کیپٹن زیان پاشا نے باہر قدم رکھا، ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا اس کے چہرے سے ٹکرایا۔ اور اسکے کالے خوبصورت بال

NOVEL HUT

لہرائے۔ رات کی خاموشی میں، ایئرپورٹ کی روشنیاں ایک مخصوص سکون دے رہی تھیں۔ اس کے بوٹ رن وے کی سطح پر ایک خوداعتمادی کے ساتھ چل رہے تھے۔

اس نے ایک لمحے کے لیے رک کر اپنی سنہری آنکھوں سے پلین کو دیکھا، ایک طویل سفر کے بعد اب وہ بھی آرام میں تھا۔ زیان نے اپنے کپتان کی ٹوپی سیدھی کی اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ایئرپورٹ کے اندر کی طرف بڑھنے لگا۔ مسافر ابھی تک اس کے نام کی سرگوشیاں کر رہے تھے، شکریہ کے الفاظ اور تعریفی نگاہیں اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں۔ ہر قدم کے ساتھ، زیان پاشا کو ایک نئی مہم کا انتظار تھا، ایک نیا سفر، لیکن ابھی، اس لمحے میں، وہ ایک کامیاب لینڈنگ کے سکون میں جیتا تھا۔

زیان پاشا ایئرپورٹ کی عمارت میں داخل ہوا تو گرمجوشی اور خوش آمدید کے نظارے نے اسے گھیر لیا۔ ایئرپورٹ کی ہلکی روشنی اور رات کی خنکی ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو رہی تھیں۔ مسافروں کی ہلکی ہلچل، سامان کی ٹرالیاں، اور اعلان کرتی ہوئی آوازیں پس منظر میں ایک دھن بجاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

زیان نے اپنے کندھوں سے جیکٹ کو تھوڑا سا سیدھا کیا اور آرام دہ سانس لی۔ ہر طرف مسافروں کی چہروں پر تھکن اور اطمینان کا ملا جلا تاثر تھا، کچھ اپنوں سے ملنے کی خوشی میں، کچھ نئے مقامات کی تلاش میں۔ وہ ہر چہرے میں ایک نئی کہانی دیکھ سکتا تھا۔

ایئرپورٹ کا عملہ، جو زیان کو جانتا تھا، اس کی طرف مسکراتے ہوئے اشارے کر رہا تھا۔ ایک جوان اسٹاف ممبر نے قریب آکر کہا، "زبردست لینڈنگ، کیپٹن زیان پاشا !" زیان نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنی چال کو برقرار رکھتے ہوئے آگے بڑھا۔

اس کے سامنے ایک کیفے تھا، جہاں اس نے ایک کافی لینے کا فیصلہ کیا۔ کیفے کی گرم روشنی اور کافی کی مہک نے اسے لمحہ بھر کے لیے اپنے آپ کو ہلکا محسوس کرایا۔ ایک آرام دہ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے ایک گہری سانس لی، اور کافی کا پہلا گھونٹ لیا۔ رات کی خنکی اور کافی کی گرمی کے درمیان وہ خود کو زندگی کی خوبصورتی میں گھرا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

زیان پاشا عثمان پاشا کا بڑا بیٹا ۔ امیر ۔ خوبصورت ، پرکشش اور قابل ۔ اس کی عمر 29 سال تھی ۔ ایک قابل پائلٹ ۔ اسے اپنی جاب سے بہت محبت تھی ۔ زیان بہت ڈیرنگ تھا ۔ بہت مضبوط ۔ اس کے نین نکش بہت پرکشش تھے ۔ کالے بال اور ہلکی سی شیو اسے مزید خوبصورت بناتی تھی ۔ اس کا رنگ سرخ و سفید تھا ۔ اور سنہری آنکھیں آنکھیں ۔

بارش آرہی تھی ، سیدھی اور چاندنی جیسی، سٹیل کی سلاخوں کے عذاب کی طرح ۔ یہ بارش گھروں پر اور چٹانوں پر بکھر رہی تھی ۔ سمندر کو گاڑھا کر رہی تھی ۔ گرج نے کچھ ایسی آوازیں پیدا کیں جیسے عظیم الشان پیانو نیچے گر

رہے ہیں، پھر ایک ہلکی سی مسلسل ہڑبڑاہٹ پر جم گیا، جو بارش کی آواز سے تقریباً ڈوب گیا تھا۔

وہ بارش میں بھیگ رہی تھی ۔ اس کے مطابق بارش اس کی پہلی محبت تھی ۔ وہ سب اسے بلا رہے تھے کہ گاڑی میں آجائے لیکن وہ اپنی دھن میں بارش میں جھوم رہی تھی ۔ اس کے بھورے لمبے بال بارش میں بھیگ چکے تھے ۔ سفید شلوار قمیض بھیگ کر جسم سے چپک رہی تھی ۔ اور آنکھیں بند تھی ۔

" یسریٰ اب بس کرو گاڑی میں آجاؤں بیمار ہو جاؤں گی " وہ اس کی خاطر گاڑی سے باہر آگیا تھا اور خد بھی بھیگ رہا تھا۔

NOVEL HUT

اس کی بات سن کر یسریٰ نے اس کی طرف رخ کیا اور آنکھیں کھولیں تو انکا رنگ واضح ہوا۔

ٹوٹی ہوئی جیل کی دیوار سے صاف نیلے آسمان کے رنگ جیسی آنکھیں۔ ایک نیلے ایسٹر پر ایک کامل بارش کے قطرے کا رنگ ۔ عظیم سمندر میں شامل ہونے کے لئے دریا کے رنگ جیسی نیلی آنکھیں ۔

بارش کی وجہ سے اس کی بھیگی ہوئی پلکوں میں اس کی نیلی آنکھیں سحر کا منظر دے رہی تھی ۔ وہ سحر جس میں دانیال ملک سما چکا تھا ۔ آج سے نہیں کئ سال پہلے سے ۔

"یار بس تھوڑی دیر اور" اس نے منت کی ۔

"بلکل بھی نہیں چلو.بیمار ہو جاؤں گی" دانیال زبردستی یسریٰ کا ہاتھ پکڑ کر اسے گاڑی میں لے آیا ۔

NOVEL HUT

گاڑی رواں ہو چکی تھی ۔ گاڑی کا اندرونی منظر کچھ ایسا تھا کہ ڈرائیورنگ سیٹ پر برہان عاصف بیٹھا تھا اور اس کے ساتھ نیہا ملک ۔ جبکہ پچھلی سیٹوں پر یسریٰ قریشی اور دانیال ملک ۔

دانیال یسریٰ کو ٹشو نکال کر دی جا رہا تھا اور وہ اپنے آپ کو خشک کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی ۔

بے شک اسے بارش سے محبت تھی لیکن اس وقت اسے شدید سردی لگ رہی تھی ۔ لیکن وہ کہا کہنے والی تھی ۔ یسریٰ قریشی کے لیے اس کی انا سب سے پہلے آتی تھی ۔ اس لیے وہ یہ بات ان سب کے سامنے تو ماننے والی نہیں تھی ۔ اسکی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ اگر انہیں پتہ چل گیا تو وہ اس کا بہت مذاق اڑانے والے تھے ۔ آخر دوست جو تھے ۔

یسریٰ قریشی ایک خوبصورت اور بولڈ لڑکی تھی ۔جسے میکپ ، بارش اور اپنی ڈگری سے محبت تھی ۔
وہ خوش مزاج اور اپنی دھن میں رہنے والی لڑکی تھی ۔

وہ چاروں پچھلے چار سال سے ایک ساتھ تھے ۔ ایک دوسرے میں جان بستی تھی سب کی ۔ آج تک کوئ انہیں الگ نہیں کر پایا تھا۔

ایک ہفتہ پہلے ہی ان چاروں کی یونیورسٹی مکمل ہوئ تھی ۔ کانووکیشن کے بعد سے ان کی روز یہی روٹین تھی ۔ روز گھومنا مزے کرنا ۔
یسریٰ قریشی براق قریشی کی اکلوتی بیٹی ۔ لاڈو میں پلی بھری۔ اپنے بابا کی لاڈلی اور ہر وقت اپنی ماں جویریہ قریشی کو تنگ کرنے والی۔ یسریٰ سوفٹویئر

انجینئر تھی ۔ یسریٰ ایک بولڈ لڑکی تھی ۔ جس میں کانفیڈنس بہت زیادہ تھا ۔ خوش مزاج اور میکپ سے محبت کرنے والی ۔ اس کے مطابق بارش کے بعد میکپ اس کی محبت تھی ۔

اور نیہا بھی سوفٹویئر انجینئر تھی ۔ نیہا ایک لڑاکوں لڑکی تھی ۔ اس کی ڈریسنگ بھی لڑکوں والی تھی ۔ آخر کو وہ برہان کے کپڑے جو پہنتی تھی۔ یسریٰ اور نیہا دونوں کلاس فیلو ہونے کے ساتھ ساتھ بیسٹی بھی تھی ۔ اور یہ تو وہ دونوں ہی جانتی تھی کہ آج تک انہوں نے کتنے الیگل کام کیے ہیں ۔ کتنوں کا سسٹم ہیک کیا ہے ۔ وہ دونوں الیگل کام کرنا اپنا فرض سمجھتی تھی ۔ یسریٰ شکل سے معصوم لگتی تھی اور ہمیشہ سارا قصور نیہا کے سر آجاتا۔ جبکہ یہ تو وہی جانتی تھی کہ یسریٰ اس سے بھی زیادہ کریمنل مائنڈ ہے ۔

دانیال ملک اور نیہا ملک دونوں ٹونس بھائ بہن تھے ۔ انھیں آئیڈیل بہن بھائی مانا جاتا تھا ۔ دانیال جتنے نیہا کے نخرے اٹھاتا تھا ۔ نیہا اس سے اتنا ہی پیار کرتی تھی ۔

دانیال ملک جس نے ایک ہفتہ پہلے ایم بی اے کلیئر کیا تھا ۔ کافی معصوم لڑکا تھا ۔ لیکن دل کا بہت صاف ۔ اپنے گھر والوں پر جان دیتا تھا ۔ اپنے ماں باپ کا سب سے فرمابردار بیٹا ۔

NOVEL HUT

اور رہا برہان عاصف تو وہ اپنی ماں فیروزہ عاصف کا اکلوتا بیٹا ۔ اس کے بابا کی دو سال پہلے ڈیتھ ہوگئ تھی ۔ تب سے پڑھائ کے ساتھ ہی اس نے بابا کا آفس سمبھال لیا تھا ۔ ایک ہفتہ پہلے اس کا ایم -بی - اے مکمل ہوا تھا ۔

ان سب میں وہی تھوڑا سنجیدہ تھا۔ کیونکہ برہان عاصف کی زندگی کا مقصد صرف ترقی حاصل کرنا تھا۔ کامیابی اس کا جنون تھی۔

برہان اور دانیال کلاس فیلو تھے۔ اور بہت اچھے دوست۔

کیونکہ نیہا اور دانیال بھائی بہن تھے اس لیے اتفاق سے ان چاروں کا گروپ بن گیا۔ اور آج بھی وہ سب ساتھ تھے۔

گاڑی برہان کی تھی اس لیے اب اس نے سب کو ان کے گھر ڈراپ کرنا تھا۔

NOVEL HUT

گاڑی قریشی ولا کے آگے رک چکی تھی۔ قریشی ولا بارش میں بھیگتا نہایت دل کش لگ رہا تھا۔ جیسے کوئ محل ہو۔ اور محل کی شہزادی بھیگتی ہوئے محل میں داخل ہو رہی تھی۔

بیرونی دروازہ کھولتے ہی اندر ایک طرف بڑا سا لاؤنج اور دوسری طرف ڈائنگ حال اور اوپن کچن تھا۔

یسریٰ جب گھر کے اندر داخل ہوئی تو بہت خاموش سے اوپن کچن کی مالکن سے چھپتے ہوے اپنے کمرے کی طرف جارہی تھی جب پیچھے سے اس کی ماں جویریہ قریشی کی آواز آئی۔

" بھیگ لیا بارش میں۔ کر لیا شوک پورا "

" ماما میں بارش میں نہیں بھیگی۔ وہ تو بارش مجھ پر گرنے لگ گئ " اس نے اپنے خاص انداز میں کہا۔

"بیٹا میں تمہاری ماں ہو مجھے تم اپنی باتوں میں نہیں گھما سکتی۔ یہ کیا حال بنایا ہے اور کیچر والے جوتے لے کر تم کس سے پوچھ کر میرے گھر میں آئ ہو "

NOVEL HUT

"یار جویریہ قریشی تم تو غصہ میں بہت حسین لگتی ہو" بس یسریٰ کا یہ کہنا تھا اور حسین جویریہ نے پاؤں سے چپک اتار لی تھی۔

اور پھر یسریٰ فوراً بھاگی تبھی سامنے سے آتے ہوئے براق قریشی کے پیچھے چھپ گئ۔

"کیا بیگم آپ ہمیشہ میری بیٹی کے پیچھے پڑی رہتی ہیں" براق قریشی نے اپنی شرارتی بیٹی کی حمایت کی۔

"آپ ہی نے بگاڑا ہے اس کو۔ اب پڑھائی ختم ہوگئی ہے تو یہ نہیں ہوتا کچن میں ماں کی مدد کردے"

"ماما میں سوفٹویئر انجینئر کچن کے کام کرنے کے لیے نہیں بنی۔ مجھے تو بہت نام کمانا ہے" یسریٰ اب بابا کے پیچھے سے نکل کر آرام سے کھڑی ہوگئی تھی کیونکہ ان کے ہوتے ہوئے تو ماما کی بھی نہیں چلتی تھی۔

"بتاتی ہوں میں تمہیں"

" ارے بس ۔ آیت بیٹا بارش ہو رہی ہے بابا کو چائے تو پلا دو"

" جی بابا میں چینج کر کے آتی ہوں" وہ تو فوراً وہاں سے نکل گئ ۔ کیونکہ اب اس کی خیر نہیں تھی ۔

کمرے میں جاتے ہی اس نے کمرے کی حالت دیکھی ۔

محل کی شہزادی کا کمرہ نہایت گندا تھا ۔

کمرے کا برا حال ہوا تھا ۔

"ہائے اللہ اگر ماما نے میرا کمرہ دیکھ لیا تو پکہ میں تو گئ"

کیونکہ میڈم کے کمرے میں دیکھ کر لگتا تھا کہ جیسے کوئ طوفان آیا ہو ۔ اور حقیقت بھی یہی تھی یسریٰ قریشی کہیں جانے کے لیے جب تیار ہو رہی ہوتی تھی تو اس کے کمرے میں آفت ہی اتی تھی ۔

NOVEL HUT

وہ جلدی سے آگے بڑھی اور بیڈ اور زمین سے سارے کپڑے اٹھا کر الماری میں ایسے ہی ٹھوس دیے ۔

اب برہان نے گاڑی ملک ہاؤس کے باہر روکی تھی ۔ یہ ایک مڈل کلاس ایریا تھا ۔ ایک اپر مڈل کلاس کلونی ۔

اس گلی میں سب گھروں میں نمایاں ملک ہاؤس ہی تھا ۔ آخر کو ہنیف ملک کلونی کے انتظامیہ جو تھے ۔ جن کی پورے محلے میں چلتی تھی سوائے اپنے گھر کے ۔ کیونکہ گھر میں تو عزمت صاحبہ کی چلتی تھی ۔

گھر کا لوہے کا دروازہ کھول کر اندر جایا جائے تو سامنے ایک صحن تھا ۔ اور صحن کے آگے موجود دروازہ ان کے چھوٹے سے لاؤنج میں کھلتا تھا ۔ گھر

میں تین کمرے تھے ۔ جس میں سے ایک سٹور روم تھا ۔ ایک ماں باپ کا
اور تیسرا تینوں بچوں کا۔
ہنیف ملک اور عزمت ملک کی لو میرج تھی ۔ سب سے پہلے ان کے ٹونس
بچے ہوئے ۔ دانیال اور نیہا اس کے بارہ سال بعد ان کا شرارتی بیٹا ارباز
ملک پیدا ہوا ۔ ارباز کی پیدائش دانیال اور نیہا کے لیے غیر متوقع تھی ۔ اس
لیے آج بھی وہ اس سے پنگے لے تے تھے ۔ اور ارباز تو کوئ موقع ہاتھ سے
جانے نہیں دیتا تھا ۔

NOVEL HUT

دانیال اور نیہا جیسے ہی چھوٹے سے لاؤنج میں داخل ہوئے تو سامنے ہی
مسٹر ارباز ٹی وی پر کارٹون لگا کر بیٹھا تھا ۔ جبکہ ہنیف ملک صوفے پر نیم دراز

تھے۔ وہ یقیناً ہمیشہ کی طرح ٹی وی دیکھتے دیکھتے سو چکے تھے۔ اسی کا فائدہ اٹھا کر ارباز کارٹون دیکھ رہا تھا۔

" ارباز امی کہا ہیں" دانیال نے پوچھا۔

" کچن میں ہیں اور بلانے کی کوشش نہ کرنا بہت غصے میں ہیں"ابھی ارباز کہ رہا تھا اور نیہا کچن میں جا چکی تھی۔

" امی کیا کر رہی ہیں"

" تمہارا سر کر رہی ہوں نظر نہیں آتا گرمی میں تم سب کے لیے کھانا بنا رہی ہوں" اور نیہا کو اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔

دانیال باہر بیٹھے ارباز کے ہاتھ سے سلنٹی کا پیکٹ لے چکا تھا۔

ارباز جو چیخنے لگا تھا رک گیا کیونکہ اس کے شور سے بابا نے آٹھ جانا تھا اور پھر اس نے سلنٹی کے ساتھ ساتھ کارٹون سے بھی جانا تھا۔

وہ بھی اپنے نام کا ایک ہی تھا ۔ بارہ سال کی عمر میں بھی سوچ سمجھ کر فیصلہ کرتا تھا ۔

" آپ کو شرم آنی چاہیے ایک بچہ کے ہاتھ سے سلنٹی چھینتے ہوئے "

" پر مجھے تو شرم نہیں آرہی " دانیال نے اسی ڈھٹائی سے جواب دیا ۔

" ویسے آپ بارش میں کس کے ساتھ بھیگ کر آئے ہیں " ارباز نے اب دوسرا طریقہ اپنایا ۔

" کس کے ساتھ کیا مطلب ۔ باہر بارش ہورہی ہے بھیگ گیا "

" یسریٰ آپی بھی آپ کے ساتھ تھی ۔ انہیں پرپوز کردیا " ارباز نے دانت نکال کر کہا ۔

" آہستہ بول ابو سن لے گے ۔ تجھے شرم نہیں آتی " دانیال کی تو کبھی کبھی یقین نہیں آتا تھا کہ یہ بلا بارہ سال کی ہے ۔

NOVEL HUT

"پر مجھے تو شرم نہیں آرہی ۔ اور ویسے بھی پورے گھر کو پتہ ہے کہ آپ انہیں پسند کرتے ہیں بس اسے نہیں پتہ" اور ارباز ملک نے اپنا کام کر دیا تھا ۔ کیونکہ دانیال سوچ میں پڑتا سلنٹی کا پیکٹ اسکے ہاتھ میں دے کر کمرے میں چلا گیا تھا ۔

برہان جیسے ہی گاڑی عاصف ہاؤس کے بیرونی گیٹ پر لایا ۔ چونکی دار نے اسے دیکھ کر دروازہ کھول دیا۔ گاڑی پارک کرکے برہان گھر میں داخل ہوا ۔

تو ملازمہ سے خبر ملی کہ فیروزہ اپنی دوست کے گھر گئی ہیں۔ اس لیے برہان اپنے کمرے میں چلا گیا ۔

جیسے ہی اس نے جیب سے فون نکال کر دیکھا تو سامنے موجود میسج پڑھ کر مسکرانے لگے گیا۔

وہ آچکا تھا پورے دو مہینوں بعد۔ اس کا جگری دوست۔ جو عمر میں تو اس سے بڑا تھا۔ لیکن اس کے بہت قریب تھا۔

زیان پاشا آگیا تھا۔ اب اس سے ملنے تو جانا تھا۔

یہ ایک نیوز چینل کا منظر تھا۔ Global News Channel. ریکارڈنگ جاری تھی۔ اس وقت وہ لوگ لائیو جا رہے تھے۔

پاکستان کی مشہور و معروف اینکر۔ " زونیرا بیگ " اس وقت انٹرویو کر رہی تھی۔

وہ بھی پاکستان کے ٹوپ ون Top-01 فیشن انڈسٹری کے اونر "داؤد بیگ " کا ۔

داؤد بیگ جو کے عمر میں تقریباً 51 ہو گے ۔ آج بھی اپنی عمر سے کم لگتے تھے ۔ ان کی شخصیت کے وقار کو دیکھ کر ہر کوئ سحر میں آجاتا تھا ۔ ان کے کالے بالوں سے جھلکتی سفید کلے اور رعب دار آواز اور تیکھے نقوش گورا رنگ ۔ انہیں مزید خوبصورت بناتا تھا ۔ ان کی فیشن سینس ان کے لُکس سے جھلکتی تھی ۔ نوجوان نسل ان کی شخصیت سے متاثر ہوتی تھی ۔

زونیرا بیگ جس نے اس وقت بلیک پینٹ کوٹ پہنا تھا۔ شکل سے انتہائی خوبصورت ۔ کوئ بھی اسے دیکھ کر یقین نہیں کرتا تھا کہ وہ 32 سال کی ہے اور طلاق یافتہ ہے ۔

"آپ کہ ہیں کہ جانتے سب کہ جیسا Mr Dawood Baig"

ہماری ینگ جنریشن کے لیے بہت بڑی انسپریشن ہیں۔ تو آپ انہیں کیا میسج دینا چاہے گے"

زونیرا نے باوقار انداز میں کہا۔
اس کی شخصیت ہی ایسی تھی وہ جب بولتی تھی تو ایک دنیا اسے سنتی تھی ۔ تبھی تو وہ پاکستان کی بیسٹ اینکر اور نیوز رپورٹر مانی جاتی تھی۔

"یہ میرے لیے بہت بڑے اعزاز کی بات ہے کہ ہماری آج کل کی جنریشن مجھ سے اتنی محبت کرتی ہے۔ میں بس اتنا کہو گا کہ آپ سب میرے بچے ہو۔ میں آپ سب کے لیے دعاگو ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ سب اپنی زندگی میں اعلیٰ مقام حاصل کرو گے۔ بس آپ لوگوں نے ہمت نہیں

ہارنی اور پوری کوشش کرنی ہے " داؤد بیگ نے اپنے خاص انداز میں ہر لفظ ادا کیا ۔ اور ہمیشہ کی طرح ان کے الفاظ سوشل میڈیا پر دھوم مچانے والے تھے ۔

" تو مسٹر داؤد بیگ اپنے بچوں کے بارے میں کچھ بتائے " یہ الفاظ کہتے ہوئے زونیرا کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی ۔
وہ مسکراہٹ جو بیک سٹیج ریکارڈنگ کرتے ہوئے ہر ورکر کے چہرے پر تھی ۔

" میرے دو بچے ہیں ۔ میرا بیٹا سلطان بیگ ۔ اس سے تو آپ سب واقف ہیں ۔ ہماری Baig Fashion industry کا Ceo ۔

اور میری بیٹی پاکستان کی نمبر ون اینکر ۔ جو کہ اس وقت میرا انٹرویو کر رہی ہے " داؤد بیگ نے یہ الفاظ نہایت محبت سے ادا کیے ۔
جس پر زونیرا مسکرانے لگ گئ ۔

" اچھا ناظرین ہم سب آپ سے ملتے ہیں ایک چھوٹے سے بریک کے بعد ۔ کہیں مت جائیں گا اور دیکھتے رہے گلوبل نیوز چینل "

بریک آچکا تھا ۔ اور اب سارے ورکرز آکر ان دونوں کا میکپ سیٹ کر رہے تھے ۔
" ڈیڈ آپ کو برا تو نہیں لگا میرا کوئ اندازیہ تو میری جاب ہے" زونیرا نے پوچھا ۔

" نہیں بیٹا مجھے تو تم پر فخر ہے ۔ میرے دونوں بچے میرے لیے باعث فخر ہیں"

" شکریہ ڈیڈ ۔ سلطان بھائ کہا ہیں "

" آفس میں ہوگا "

یہ منظر ہے ایک طویل بیلڈنگ کا Baig's Fashion Industry کا ۔ یہ ایک تین منزلہ عمارت تھی ۔ جہا ورکرز کا ڈھیر تھا ۔ تیسری منزل پر کارخانہ تھا ۔ جبکہ دوسری منزل پر مالکین کے دفتر تھے ۔ اس وسیع و عریض خوبصورت عمارت میں جا بجا فیشن کے نظارے موجود تھے ۔ فیشن

کلوتھس ۔بیگس ، جوتے ۔یہاں موجود ورکرز بھی اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے ۔

ہر قدم پر ایک ڈمی ضرور موجود ہوتی ۔ جگہ جگہ سلطان بیگ اور داؤد بیگ کے پوسٹر موجود تھے ۔

اگر دوسری منزل پر جایا جائے تو سامنے ایک وسیع آفس تھا ۔ جس کے باہر سلطان بیگ کا نام لکھا تھا ۔

اگر اس روم کے اندر جایا جائے تو ۔یہ ایک وسیع اور عالیشان آفس تھا ۔

جس کی سربراہی کرسی پر سلطان بیگ اپنی پوری شان سے بیٹھا تھا ۔

جس کی عمر 34 سال تھی ۔ دیکھنے میں اٹھائیس سال کا نوجوان لگتا تھا ۔ اس کا بات کرنے کا انداز ۔ سلیقہ تھا کہ کمپنی تو کیا شہر کی آدھی لڑکیاں اس پر مرتی تھی ۔

اور وہ جو کسی کو آنکھ اٹھا کر دیکھتا نہیں تھا۔

جس کی ہر چال سے پتہ چلتا تھا کہ وہ انڈسٹری کا مالک ہے اور پاکستان کا ٹوپ فیشن ڈیزائنر ہے۔ جس کے کپڑے لاکھوں کے تھے۔

اس وقت وہ براؤن پینٹ کوٹ میں موجود تھا۔ جس میں ہر جگہ سے فیشن جھلک رہا تھا۔

عبدل خان اس کے سامنے موجود اسے کام کے متعلق تفصیلات دے رہا تھا۔

عبدل خان جس کی عمر 30 سال تھی۔ وہ پچھلے چھے سال سے اس کے پاس کام کر رہا تھا۔ سلطان کا پرسنل سیکرٹری۔

جسے سلطان اور داؤد کا رائٹ ہینڈ بھی کہا جاتا تھا۔

دیکھنے میں وہ بھی کافی خوبصورت تھا۔ لیکن وہ بہت سخت مزاج تھا۔ صرف سلطان اور داؤد کے لیے نرم تھا۔کیونکہ وہ انہیں اپنا مالک سمجھتا تھا ۔

" سر آج آپ کی دو میٹنگس ہیں اور آپ نے اس فائل کو اپروول کرنا ہے اور ہمارے پروجیکٹ کو فائنل لوک دینی ہے" عبدل خان پروفشنل انداز میں کہ رہا تھا۔

" ٹھیک ہے عبدل۔ اور کچھ " اس کی آواز بہت خوبصورت تھی۔ اتنی کہ وہ جو بھی کہتا سامنے والے کو دلکش لگتا۔ اس کا انداز بہت والہانہ تھا۔

" نہیں سر۔ بس وہ جن این جی اوس کو آپ ڈونیشن دیتے ہیں ان کی کل آرہی ہے"

"تو آپ انہیں ڈونیشن بھیج دیں" وہ ایسے ہی سب سے آپ جناب کر کے عزت سے بات کرتا تھا۔

"جی سر" کہ کر عبدل کمرے سے چلا گیا۔

پاشا ہاؤس ایک وسیع و عریض عمارت تھی۔ دو پورشنس اور خوبصورت اتنا کہ ہر کسی کی خواہش۔

پاشا ہاؤس کا مین گیٹ کھلا اور ایک سیاہ Audi اندر آئی۔ ڈرائیور نے گاڑی سے نکل کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تو وہ باہر آئے۔

باوقار پرسنیلٹی ۔ بلیک پینٹ کوٹ میں موجود ۔ بھورے بالوں میں سے سفید بال جھلک رہے تھے ۔ آنکھوں پر لگا نظر کا چشمہ انہیں مزید بارعب بنا رہا تھا۔ ان کی شخصیت کو دیکھ کر اکثر لوگ انہیں پروفیسر سمجھ لیتے ۔

عثمان پاشا ۔

Pasha Group of industry کے Ceo

گھر کے باہر ایک رعب دار انسان گھر کے اندر اپنے بچوں کے لیے ماں کا کردار ادا کرتے تھے ۔

NOVEL HUT

گھر کے اندر داخل ہوتے ہی وہ وسیع و عریض لاؤنج میں بیٹھے ۔

ان کا ملازم حامد ان کے لیے پانی لے کر آیا ۔

" سرزیان صاحب صبح چار بجے گھر آگئے تھے" حامد نے اطلاع دی ۔

" اور یہ بات تم مجھے اب بتا رہے ہو رات کے آٹھ بجے " عثمان پاشا نے گھری دیکھتے ہوئے پوچھا ۔

"وہ سرزیان صاحب نے کہا تھا کہ اگر آپ کو پہلے بتا دیا تو آپ انہیں سونے نہیں دیں گے اور کھانا بنوائے گے "

" وہ تو میں اب بھی بنواؤں گا "

اور پھر وہ اپنی بات پر پورے اترے ۔

کہتے ہیں نہ گھر کی مرغی دال برابر ۔

یہاں بھی کچھ ایسا تھا۔ کیپٹن زیان پاشا۔ اس وقت رف ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ایپرن پہنے پیاز کاٹ رہے تھے۔ اور عثمان پاشا شلوار قمیض میں ملبوس چاول صاف کر رہے تھے۔

در حقیقت ان کے پاس پیسہ اور ملازم دونوں تھے لیکن اس گھر میں فیمیل ملازم نہیں تھے۔ اب تین مردوں کے گھر میں جون سی ملازمہ آئے۔ اس لیے یہ باپ بیٹا خد کھانا بناتے تھے۔

عثمان پاشا نے تو ویسے بھی جوانی میں کیچن شو جیتا تھا۔ جس کا انہیں بہت غرور تھا۔ اور زیان کو بھی انہوں نے ہی کھانا بنانا سکھایا تھا۔

اور اب زیان کی زمہ داری تھی چھوٹے نواب کو کھانا بنانا سکھانا۔

" اور بڈیس کیا ہو رہا ہے " اسمائیل کچن کی شلف پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

اسمائیل پاشا جس کی عمر بارہ سال تھی ۔ اس کی حرکتیں بائیس سال والی تھی ۔ ابھی سے گرل فرینڈ تھی ۔ اور عثمان پاشا کا لاڈلا ۔

عثمان پاشا کی بیگم مومنہ پاشی کا انتقال اسمائیل کی پیدائش کے وقت ہو گیا تھا ۔ اس کے بعد عثمان پاشا نے اپنے دونوں بیٹوں کو ماں بن کر پالا۔

وہ تینوں باپ بیٹا دوستوں کی طرح رہتے تھے ۔

" ڈانس کر رہے ہیں کرو گے " زیان نے پیاز کو گرم تیل کی پتیلی میں ڈالتے ہوئے بولا ۔

" لیکن تم تو ڈانس نہیں کر رہے کیپٹن" اسمائیل ہو اور الٹے طریقے سے بات نہ کرے ۔

" تجھے بھی سکھاتے ہیں ایسا ڈانس چل یہ لہسن چھیل " زیان نے لہسن اس کو دیتے ہوئے کہا ۔ جسے وہ چھیلنے لگا ۔

اسمائیل بھی چھوٹے چھوٹے کام کر لیتا تھا ۔ کٹنگ کرنا ۔ چائے بنانا اور برتن دھونا ۔ اور یہی وہ کرتا تھا ۔

" ارے باریک چھلکا اتارو " عثمان صاحب جو چاول بھیگو کر آئیں تھے اسمائیل کو ٹوک رہے تھے ۔

" صحیح تو کر رہا ہوں "

" جلدی کرو پیاز براؤن ہو گیا ہے " زیان بولا ۔

" ارے یار تم نے چاول کے لیے پیاز نہیں کاٹا " عثمان صاحب جو چاول بنانے لگے تھے بولنے لگے ۔

"مزا آیا اور میرے سے کام کرواؤں" زیان اپنا بدلہ لے چکا تھا۔ کیونکہ عثمان پاشا کو پیاز کاٹنے سے بہت چڑ تھی ۔

"ہی ہی عثمان صاحب اب پیاز کاٹنے" اسمائیل ہنستے ہوئے بولا۔

وہ تینوں باپ بیٹا ایسے ہی کام کرتے تھے ۔ اور ان کے ملازم اس منظر کو بہت انجوائے کرتے تھے ۔

NOVEL HUT

یسریٰ لاؤنج میں بیٹھی فون یوز کر رہی تھی اور جویریہ کی باتیں سن رہی تھی ۔ وہ اسے گھر کے کام کرنے کے لیے سمجھا رہی تھی ۔ اور وہ اگنور کر رہی تھی ۔ اور سب اما کو غصہ بر گیا تھا ۔ اس لیے یسریٰ نے فون بند کر دیا ۔

" آخر تم کب میری بات مانو گی "

" اچھا ماما کروگی نا "

" کب جب میں مر جاؤں گی"

" اب بس بھی کریں "

" ارے ے ای جان کیو ہماری پیری کو کام کے لیے فورس کر رہی ہیں "

دروازے سے اندر آتے ہوئے سلطان نے کہا ۔

داؤدبیگ اور براق قریشی سوتیلے بھائ تھے ۔ ان کی ماں نے دو شادیاں کیں تھی ۔ براق قریشی کے آبا کی وفات کے بعد انہوں نے داؤدبیگ کے والد سے شادی کی تھی ۔ ان دونوں بھائیوں کی عمر میں دس سال کا فرق تھا ۔ براق قریشی داؤدبیگ کو پسند نہیں کرتے تھے ۔ لیکن پھر بھی دونوں دنیا کو

دیکھانے کے لیے مل لیتے تھی ۔ لیکن ان کے بچوں میں بہت پیار تھا ۔

زونیرا اور سلطان یسریٰ سے بہت پیار کرتے تھے ۔

" ارے سلطان بیٹا آؤں نا " اور اب سلطان کو دیکھ کر ماما کو غصہ بھول گیا تھا ۔

وہ اپنے مخصوص دلفریب انداز میں تھا۔ اسنے اس وقت گرے کلر کا سٹائلش پینٹ کوٹ پہنا تھا ۔ اسکی گھڑی جوتے سب لاکھوں کے تھے ۔

اور اسکا مزاج ہموار ۔ عزت اور محبت سے بات کرنا ۔

" اسلام علیکم ۔کیسے ہیں آپ سب " سلطان اپنے کوٹ کا ایک بٹن کھولتے ہوئے صوفے پر بیٹھا ۔

" " وعلیکم السلام ۔ آپ کیسے ہیں سلطان بھائی " یسریٰ کی نظر سلطان کے ہاتھ میں موجود بیگ پر تھی ۔

کیونکہ سلطان آئے اور اس کے پاس کوئی سامان ہو تو وہ یقیناً یسریٰ کے لیے ہوتا ہے ۔

" ٹھیک ٹھاک ۔ اور تائی جان آپکی طبیعت کیسی ہے اب "

" میں بلکل ٹھیک ہوں بیٹا "

" یہ بیگ میں کیا ہے " اور یسریٰ سوال کر بیٹھی ۔

" اس میں ۔ وہ آج کل ہماری ایک برینڈ کے ساتھ ڈیل چل رہی ہے ۔ ان کا بیگس کے ساتھ کاسمیٹکس کا بھی کام ہے ۔ انھوں نے ڈیل کی خوشی میں اپنے کچھ نئے کاسمیٹکس پروڈکٹس ہمیں دیے ۔ تو میں کچھ زونیرا کے لیے رکھ کر باقی تمہارے لیے لے آیا "

" ارے بیٹا اس کی کیا ضرورت تھی ۔ دنیا جہاں کا میکپ ہے اس لڑکی کے پاس " جویریہ قریشی نے تکلفاً کہا ۔

" تھینک یو سوچ سلطان بھائ " یسریٰ کی تو خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا ۔

" لیکن یہ بیگ تمہیں تب ملے گا جب مجھے اچھی سے

ی چائے پیلاؤ گی " سلطان نے بیگ اپنے پاس رکھتے ہوئے کہا.

" ابھی لائ " یسریٰ بھاگتے ہوئے کچن کی طرف گئ ۔

" شکر ہے کسی کے کہنے پر تو یہ لڑکی کام کرتی ہے "

" مجھے آواز آتہی ہے " جویریہ کی بات پر یسریٰ نے کچن سے آوار لگائ ۔

تو سلطان ہنسنے لگا ۔

" اچھا بیٹا میں عصر کی نماز پڑھ لو ۔ تم بیٹھو " جویریہ کہ کر کمرے میں چلی گئ

۔

سلطان نے ارد گرد نظر گھمائ ۔ وسیع و عریض لاؤنج ہر طرح کی ڈیکوریشن کے ساتھ ۔

ہر طرح کی آسائش ہونے کے بعد بھی جویریہ قریشی ایک سادہ عورت تھی ۔ یقین نہیں آتا تھا وہ اتنے بڑے بزنس مین کی بیوی ہے ۔

سلطان کچن کی طرف گیا تو وہ سامنے چائے بنا رہی تھی ۔ اس کی بیک نظر آرہی تھی ۔ بھورے لمبے بال آزاد تھے اور اس کی کمر سے نیچے تک جاتے تھے ۔ اس وقت یسریٰ نے فروزی شلوار قمیض پہنی تھی ۔

وہ میکپ اور فیشن سے محبت ضرور کرتی تھی ۔ لیکن ہمیشہ شلوار قمیض پہنتی تھی ۔ دوپٹہ لے یہ نا لے ۔ لیکن کبھی فاہش کپڑے نہیں پہنتی تھی ۔

یسریٰ مڑی تو اپنے پیچھے سلطان کو دیکھ کر ڈر گئ۔

"آپ اتنی خاموشی سے یہاں کیو کھڑے ہیں" ایک کپ چائے کا اس کو دیتے ہوئے بولی۔

ایک کپ اسکے ہاتھ میں تھا۔

"ویسے ہی یار"

"زونیرا آپی نہیں آئ اتنے دن ہوگئے"

"ہاں آج کل گھر بھی لیٹ آتی ہے۔کافی بیزی ہے۔تم آنا گھر" سلطان نے کہ کر چائے کا ایک گھونٹ لیا۔

"جی آؤگی۔آپ بتائیں شادی کب کریں گے" یسریٰ کی اس بات پر سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ آئ۔

" فلحال تو کوئ ارادہ نہیں ہے "

" آپ ہمیشہ منہ کیو کرتے ہیں "

" یار مجھے نہیں کرنی شادی " سلطان نے کچن کی شلف کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے کہا ۔

ساتھ ساتھ وہ چائے کے گھونٹ بھی لے رہا تھا ۔

لیکن نظریں اس کی جھیل جیسی نیلی آنکھوں پر تھی ۔

" لیکن۔ کیو کسی کو پسند نہیں کرتے " یسریٰ نے اصرار کیا ۔

"بس کیا بتاؤں " سلطان ابھی کہ رہا تھا جب یسریٰ کا فون بجنے لگا ۔

" میں فون دیکھ لو " یسریٰ لاؤنج میں گئ اور فون اٹھایا ۔

سلطان کچن کے پاس کھڑا اسے دیکھ رہا تھا ۔

اس کی آنکھوں میں کچھ تھا۔ خاص احساسات تھے۔ لیکن یسریٰ انجان تھی۔

"کاش تم میری آنکھوں کو پڑھ سکتی۔

کاش تم میرے دل کی بات جانتی۔

کاش تم سمجھ سکتی میرے قلب کا حال"

سلطان بیگ نے دل میں کہا۔

NOVEL HUT

"زیان ابھی میری جویریہ سے بات کوئی ہے وہ ہمیں ڈنر پر انوائیٹ کر رہی ہے" عثمان صاحب نے زیان کے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔

عثمان پاشا اور جویریہ قریشی بہن بھائی تھے۔ شادی سے پہلے جویریہ کا نام جویریہ پاشا تھا لیکن شادی کے بعد انہوں نے سرنیم بدل لیا۔

وہ اندر آئے تو دیکھا زیان واشروم میں تھا اور دروازہ کھلا تھا۔ اور اس کے کھانسنے کی آواز باہر تک آرہی تھی۔

وہ فوراً باتھ روم میں بھاگے تو اندر کا منظر واضح ہوا۔

زیان سنک پر جھکا کھانس رہا تھا اور سنک میں جگہ جگہ خون تھا۔

"زیان کیا ہوا تم ٹھیک ہو"

"ہاں بابا" زیان اب کرلیا کر رہا تھا۔

"یہ سب کیا ہے اور کب سے ہے" اب وہ دونوں کمرے میں بیٹھے تھے۔

زیان گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔

NOVELHUT

اور عثمان پاشا اس کے پاس بیڈ پر بیٹھے تھے ۔

"پتہ نہیں کچھ وقت سے ایسا ہو رہا ہے ۔ میری لاسٹ فلائٹ بھی بہت غیر آرام دہ تھی ۔ کبھی دل کی دھڑکن تیز ہوتی تھی اور کبھی کم "

" چلو ہاسپٹل یہ سمپٹمس بہت خطرناک ہیں"

" نہیں ۔ نہیں بابا " زیان نے منع کر دیا ۔

" کیو بیٹا " عثمان صاحب نے حیرانی سے پوچھا ۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے اگر کوئی بیماری نکل آئی تو میری جاب ۔ بابا آپ کو پتہ ہے نہ ایک پائلٹ کا صحت مند ہونا کتنا ضروری ہے " اس کی آنکھوں میں ڈر اور تکلیف تھی ۔

عثمان پاشا سمجھ گئے تھے ۔

" اور صحت مند رہنے کے لیے علاج ضروری ہے ۔ چلو شاباش "

عثمان پاشا اسے سمجھا بجھا کر ہاسپٹل لے آئے تھے۔

اور جو بات انہیں ہاسپٹل آکر پتہ چلی تھی وہ بہت حیران کن تھی۔

زیان پاشا کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خواب ٹوٹنے کی کرچیاں واضح نظر آرہی تھی۔

NOVEL HUT

باب دوم : قلب مجروح

(ٹوٹا ہوا دل)

ضبط کا عہد بھی ہے شوق کا پیمان بھی ہے
عہد و پیماں سے گزر جانے کو جی چاہتا ہے
درد اتنا ہے کہ ہر رگ میں ہے محشر برپا
اور سکوں ایسا کہ مر جانے کو جی چاہتا ہے

(فیض احمد فیض)

NOVEL HUT

زیان پاشا کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کے دل کو مجروح کردیا ہو۔

" مسٹر زیان آپ کا ہارٹ فیل ہو گیا ہے۔ آپ کا ہارٹ لاسٹ سٹیج پر ہے۔ صرف 20 پرسنٹ باقی ہے۔ عام لفظوں میں آپ کے پاس صرف ایک مہینا ہے "

" کوئ تو علاج یوگا ڈاکٹر اسکا " عثمان پاشا نے ڈاکٹر قیس سے پوچھا۔

"کوئ ٹریٹمنٹ نہیں ہے اس کا۔ بس ایک حل ہے۔ ہارٹ ٹرانسپلانٹ" ڈاکٹر قیس نے کہا۔

" اس کے لیے آپ کو ڈونر چاہیے۔"

NOVEL HUT

ابھی ڈاکٹر کچھ اور بھی کہ رہا تھا۔ زیان خاموشی سے اٹھا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ وہ چل رہا۔ یہ نہیں معلوم تھا کس سمت جا رہا ہے۔

الفاظ ذہن میں گڈمڈا رہے تھے۔

بار بار ایک ہی لفظ ذہن میں گونج رہا تھا۔

"آپ کا ہارٹ فیل ہو گیا ہے"

"آپ کے پاس صرف ایک مہینا ہے"

اس کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

منظر دھندلا رہے تھے۔

کوئ اسے پیچھے ہٹنے کا کہ رہا تھا۔

کوئ چیخ رہا تھا۔

اس کا سر گول گول گھوم رہا تھا۔

NOVEL HUT

"آپ کے پاس صرف ایک مہینا ہے" ڈاکٹر کہ رہا تھا۔

سب کچھ گھوم رہا۔

جب اچانک تیز ہارن کی آواز آئ۔

تو اسے اپنا سر پھٹتا ہوا محسوس ہوا۔

کوئ اسے کھینچتے ہوۓ لے جا رہا تھا۔

اب وہ اسے سڑک کے کنارے لے آۓ تھے۔

"یہ کیا کر رہے تھے۔ پاگل ہو گیا تم۔ ابھی آکسیڈنٹ ہو جاتا" عثمان پاشا اس پر دھارے تھے۔

تو اسے ہوش آیا۔

اپنے ارد گرد دیکھا تو خد کو سڑک پر پایا۔

"بابا" گلا رندھ رہا تھا۔

"بابا میں مرنا نہیں چاہتا" زیان پاشا کی آنکھ سے ایک آنسو نکلا۔

"بابا میں مرجاؤں گا۔ نہیں بابا میں مرنا نہیں چاہتا" وہ رو رہا تھا۔ عثمان پاشا سے اپنے جوان بیٹے کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔

انہوں نے اسے گلے سے لگا لیا۔

وہ ہچکیاں لیتے ہوئے رو رہا تھا۔

"بابا میں مرجاؤں گا"

نہیں

" میں مرنا نہیں چاہتا " یہ الفاظ وہ بار بار دہرا رہا تھا۔

" تم نہیں مرو گے۔ میں تمہیں مرنے نہیں دو گا " عثمان اسے تسلی دے رہے تھے یہ خود کو۔ وہ بھی نہیں جانتے تھے۔ انہیں اپنا چہرہ بھی بھیگتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

NOVEL HUT

یہ منظر ہے بیگ مینشن کا ۔ یہ وسیع و عریض عمارت باہر سے محل لگتا تھا ۔ بلکل ایک کسر کے جیسا ۔ عمارت کے ارد گرد وسیع گارڈن تھا ۔ اتنا وسیع تھا کہ یہ لوگ اپنی زیادہ تر تقریبات یہی کرتے تھے ۔

جا بجا ہر دیوار کے ساتھ گارڈز کھڑے تھے ۔ سیاہ پینٹ شرٹ میں سیاہ چشمہ لگائے وہ چاک وچوبند کھڑے تھے ۔

عمارت کے پچھلے حصے میں سویمنگ پول تھا ۔ جس کے قریب ہی کرسیاں پڑیں تھی ۔ میز کے اوپر چھاتا بنا تھا جو اتنا وسیع تھا کہ کرسی پر بیٹھے لوگ بھی اس کے سائے میں تھے ۔

ایک کرسی پر علینہ بیگ اور دوسری پر داؤد بیگ بیٹھے تھے۔

علینہ بیگ داؤد بیگ کی بیوی ۔ نہایت خوبصورت عورت تھی ۔ ان کی ہر چال میں کشش موجود تھی ۔

کہا جاتا تھا کہ بیگ خاندان شہر کا سب سے خوبصورت اور امیر خاندان ہے ۔ جس میں کوئی شک بھی نہ تھا ۔

علینہ بیگ کے مزاج میں نرمی تھی ۔ وہ ایک رحم دل خاتون تھی ۔ ان کے لہجے میں ہر کسی کے لیے محبت تھی ۔

علینہ بیگ ان کی ڈریسنگ بہت باوقار ہوتی تھی ۔ اس وقت بھی وہ لان کا کڑھائی والا سوٹ پہنے بیٹھی تھی ۔ دوپٹہ سلیقے سے کندھے پر پن کیا گیا تھا ۔ اور گلے میں ایک لاکٹ موجود تھا جس پر اللہ لکھا تھا ۔

" آپ کا انٹرویو تو بہت اچھا تھا " علینہ بیگ نے جوس کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ ایک ادا سے کہا۔

" ظاہر سی بات ہے میری بیٹی نے انٹرویو لیا تھا " داؤد بیگ جنہوں نے اس وقت شلوار قمیض پہنی تھی۔ لیکن وہ بھی بیگ فیشن انڈسٹری کی مہنگی ترین شلوار قمیض تھی۔

زونیرا ابھی گھر آئی تھی اور اپنے والدین کے پاس آرہی تھی۔ یہ ان کے گھر کا اصول تھا۔ گھر آتے ہی والدین سے ملنا۔

زونیرا نے اس وقت بلیک جینس پر سرخ رنگ کا ٹوپ پہنا تھا۔

سیاہ بال جن کی اسٹیپس کٹنگ تھی ۔ سٹریٹنر کی مدد سے ڈیڈ سٹریٹ ہوئے تھے ۔

ہاتھ میں واچ اور ڈائیمنڈ بریسلیٹ موجود تھا ۔اور پیروں میں سرخ پینسل ہیلس ۔ بلا شبہ وہ اپنی عمر سے آدھی لگتی تھی ۔ اور اس میں بھی حقیقت تھی کہ یہ خوبصورتی قدرتی تھی ۔

ٹچ آپ کے علاوہ اس نے آج تک اپنا کوئی ٹریٹمنٹ نہیں کروایا تھا ۔

زونیرا بیگ ایک سچی اور ایماندار لڑکی تھی ۔ وہ لڑکی سچ کا ساتھ دینے کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی ۔ ایک بولڈ اور مضبوط عورت ۔ تبھی تو وہ نیوز رپورٹر بنی تھی ۔

" اسلام علیکم ماما بابا " ان دونوں کے قریب آتے ہی اس نے کہا۔

تو دونوں نے اس کے سلام کا جواب دیا ۔

اس کے بعد وہ وہیں ایک کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھ گئی ۔

" اور جانی کیسا رہا آج کا دن " علینہ بیگ نے اپنے خاص انداز سے پوچھا ۔

وہ ہر کسی کو جانی ڈارلنگ کہ کر پکارتی تھی ۔

" بہت ہیکٹک تھا ۔ میں تو تھک گئیں ۔ لیکن مزا بہت آیا ۔ آج میں نے ایک کرکٹر کا انٹرویو کیا "

" ہاں میں نے آپ کا انٹرویو دیکھا " پیچھے سے آتے ہوئے سلطان نے کہا ۔

وہ بھی ابھی گھر آیا تھا ۔ وائٹ ڈریس شرٹ کے کف فولڈ کیے ہوئے ۔

بلیک پینٹ اور بلیک کوٹ بازو پر لٹکائے ۔ وہ تھکا ہوا بھی بہت وجیہہ لگ رہا تھا ۔

" آگیا میرا ہینڈسم نوجوان " داؤد بیگ نے اس سے پیار سے کہا ۔

اب وہ چاروں ایک ساتھ بیٹھے تھے۔

" ویسے تم کچھ زیادہ روڈ نہیں ہو رہی تھی اس کریکٹر کے ساتھ " سلطان نے زونیرا سے پوچھا۔ لہجہ میں شرارت واضح تھی۔ وہ ایسے ہی اس کے انٹرویو سے نقص نکالتا تھا۔

" کیو نہ ہوتی۔پتہ ہے ماما بابا وہ کرکٹر اپنی ڈگری کے بارے میں جھوٹ بول رہا تھا "

" وہ کیو " علینہ پوچھا۔

" ارے گاؤں کے سردار کا بیٹا تھا۔ جالی ڈگری بنوائیں ہوئ تھی"

" پھر بھی بیٹا آپ کو ایسے لوگوں سے دشمنی نہیں لینی چاہیے۔یہ خطرناک ہوتے ہیں " داؤد نے فکر مندی سے کہا۔

" وہی تو میں کہ رہا ہوں تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا " سلطان نے بھی کہا ۔

" میں زونیرا بیگ ہوں کسی سے نہیں ڈرتی ۔ اور اگر سچ بولنے سے میری جان بھی چلی جائے تو مجھے کوئی دکھ نہیں " ایک ادا سے کہا تھا اسنے ۔

" اللہ نا کرے ۔ اللہ نے زندگی دی ہے تو زندگی کی بات کرو " علینہ بیگ نے ڈر کے کہا ۔

NOVEL HUT

دانیال مسجد سے نماز پڑھ کر آیا تو سامنے ہی عزمت صاحبہ سبزی کاٹ رہی تھی اور اپنا ڈرامہ دیکھ رہی تھی ۔

تو وہ خاموشی سے روم میں چلا گیا ۔

یہ ان تینوں بہن بھائیوں کا کمرہ تھا ۔ وسیع اور کھلا ۔ اس میں فاصلے فاصلے پر تین سنگل بیڈ لگے تھے ۔ اور سامنے والی دیوار پر بڑی سی الماری بنی تھی ۔ ایسا لگتا تھا پوری دیوار پر ہی الماری بنی ہوئ ہے ۔

الماری میں بھی حصے تھے ۔ جسے پینٹ کر کے الگ کیا گیا تھا ۔

ارباز اس وقت ٹیوشن گیا تھا اور نیہا بیڈ پر الٹی لیٹی لیپ ٹاپ پے لگی تھی ۔ اس نے اس وقت بھی دانیال کی ٹی شرٹ اور ٹراؤزر پہنا تھا ۔ اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر ہی دانیال سمجھ گیا تھا کہ وہ کسی کا سسٹم ہیک کر رہی ہے ۔

دانیال بھی اسی کے بیڈ پر بیٹھ گیا ۔

" شرم نہیں آتی غیر قانونی کام کرتے ہوئے "

NOVEL HUT

"جس نے کی شرم کی اس کے پھوٹے کرم "نیہا نے سنجیدہ چہرے کے ساتھ ہی جواب دیا۔

"ہائے کیسا کیسا زمانہ آگیا ہے۔ لوگ کیسے غیر قانونی طریقے سے اپنا پوکٹ منی نکالتے ہیں" دانیال نے ایک اور طانہ مارا۔

"اگر تمہیں لگتا ہے کہ مجھے شرم آجائے گی اور یہ کام چھوڑ دوگی تو تم غلط ہو۔اور ویسے بھی میں کسی کا بڑا نہیں کر رہی۔ بلکہ کسی کا بدلہ لے رہی ہوں "

"اور یقیناً اس کام میں یسریٰ برابر کی شریک ہوگی" دانیال نے پوچھا۔

"ظاہر سی بات ہے" ڈھٹائی سے جواب آیا۔

"ہائے لڑکیوں کیا بنے گا تم لوگوں کا" دانیال نے کہتے ہوئے۔ نیہا کو تھوڑا پیچھے کرکے اس کے بیڈ پر نیم دراز ہوگیا۔

"جو بھی بنے گا دانی تم سے اچھا ہی بنے گا "

" ویسے تمہاری بات ہوئی برہان اور یسریٰ سے ۔ کافی دن ہو گئے "

"او ہو میرا بھائی یسریٰ کو مس کر رہا ہے" اور نیہا فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی ۔

دانیال تو گھبرا گیا ۔

" ایسا کچھ نہیں ہے " اس نے نظریں چرا لی۔

" بس کر دو دانی میں تمہاری تین منٹ بڑی بہن ہوں سب پتہ ہے مجھے "

" دو منٹ تیس سیکنڈ" دانیال نے تصیح کی ۔

NOVEL HUT

" ایک ہی بات ہے"

" یار تم اسے پرپوز کردو نہ " دروازے سے اندر آتے ہوئے ارباز نے ۔ وہ اس وقت ٹیوشن سے آیا تھا ۔ کتابوں سے بھڑا ہوا بیگ کندھوں پر ڈالے ۔

" تجھے تو میں بتاتا ہوں بہت تیز ہوگیا ہے " دانیال نے اسے کہا.

" سہی تو کہ رہا ہے "نیہا نے بھی اسکا ساتھ دیا ۔

اب ارباز سامنے والے بیڈ پر بیٹھ گیا تھا ۔ اسے بہت شوق تھا بڑوں کی باتیں سننے کا ۔

" یار تم سمجھتی نہیں ہو ۔ مجھے نہیں لگتا یسریٰ مانے گی ۔ اور امی ابو بھی راضی نہیں ہوگے " دانیال نے جواز پیش کیا ۔

" ارے آپ امی ابو کو چھوڑے ۔ یسریٰ آپی کو منائیں " ارباز نے کہا ۔

" یار دانی تم یسریٰ سے کہو تو سہی "

" لیکن "

" بس کردیں دانی بھائیٔ " ارباز کا تو بس نہیں چل رہا تھا اس کی جگہ خد یسریٰ کو بتا دیں ۔

" اچھا ٹھیک ہے " دانیال مانا ۔

NOVEL HUT

تو نیہا نے خوشی سے دانیال کو گلے لگایا ۔ ارباز بھی ان پر چڑ گیا ۔

وہ دونوں خوشی سے پاگل ہو رہے تھے ۔

" پھر سے لڑنے لگ گئے تم تینوں " عزمت صاحبہ نے غصہ سے کمرے میں آکر کہا ۔ تو ان تینوں کو بریک لگی ۔

" کیا امی ہم پیار بھی کرتے ہیں تو آپ کو لگتا ہے ہم لڑ رہے ہیں " نیہا نے منہ بسور کے کہا ۔

" لگتا ہے آپ ہمیں لڑوانا چاہتی ہیں " ارباز نے بھی کہا تو وہ حیرانی سے کمرے سے باہر آگئی ۔ یہ تینوں بھی عجیب تھے ۔ وہ اپنا سر جھٹک کر کچن میں چلی گئی ۔

اب وہ تینوں پھر سے ہنسنے لگ گئے تھے ۔

یسریٰ اپنے سٹڈی ٹیبل پر بیٹھی توجہ سے اپنے لیپ ٹاپ میں لگی تھی ۔ اس وقت اس نے پنک پرنٹڈ شلوار قمیض پہنی تھی ۔ بال آدھے کیچر میں تھے اور آدھے جھول رہے تھے ۔

جھیل جیسی نیلی آنکھیں لیپ ٹاپ کی سکرین پر جمی تھی ۔

انگلیاں تیزی سے ٹائپ کر رہی تھی ۔ سامنے لگا نوٹس بورڈ جس پر جا بجا سٹیکی نوٹس ، تصویریں ، مختلف نقشے اور کاغذ بتا رہے تھی کہ یہ ایک ہیکر کا کمرہ ہے ۔

تبھی دروازہ کھلا اور جویریہ اندر آئ ۔

" یسریٰ جلدی سے تیار ہو جاؤں ہم نے تمہارے ماموں کے گھر جانا ہے "

"کیوں ماما" لیپ ٹاپ سے نظر نہیں ہٹائی۔

"زیان آگیا ہے"

"تو میں کیا کروں"

"تمہیں پتہ ہے نہ کہ تم اپنے شوہر کے بارے میں بات کر رہی ہو" لیپ ٹاپ پر چلتی انگلیاں ساکت ہوئی۔

صرف لمحے کے لیے۔

اور پھر سے شروع ہوگئی۔

"آپ جائیں میں آتی ہوں" اس کے کہنے پر جویریہ کمرے سے چلی گئی۔۔

اب کمرے میں بلکل خاموشی تھی۔ یسریٰ نے لیپ ٹاپ بند کر دیا اور کرسی سے ٹیک لگا لی۔

تو آنکھوں کے کے سامنے ایک منظر لہرایا۔

پندرہ سالہ یسریٰ سرخ فراک پہنے بیٹھی تھی اور اس کے ساتھ اٹھارہ سالہ زیان سفید شلوار قمیض میں بیٹھا تھا ۔

مولوی صاحب نے دونوں بچوں سے باری باری رضا مندی لی ۔ اور پھر سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیے ۔

قریشی خاندان میں ہمیشہ خاندان کے اندر شادی ہوتی تھی ۔ براق قریشی کو کچھ خدشات تھے جن کی بنا پر انھوں نے کم عمری میں ہی یسریٰ کا نکاح کروا دیا تھا ۔

بچوں سے ان کی مرضی پوچھی گئ تھی ۔

زیان اور یسریٰ بچپن سے دوست تھے اور ساتھ کھیلا کرتے تھے ۔ انہیں کوئی اعتراض نہیں تھا۔

لیکن نکاح کے بعد یہ بات یسریٰ کے سکول میں پھیل گئی اور سب نے اسکا مزاق اڑانا شروع کر دیا ۔

وہ مینٹلی ڈسٹرب ہوگئ ۔ تو براق قریشی نے اسے مشورہ دیا کہ سکول بدل لے اور جب تک پڑھائی مکمل نہیں ہوتی کسی کو نکاح کا نہ بتائیں ۔

اور یسریٰ نے ایسا ہی کیا ۔

آج تک اسنے اپنے کسی دوست یہاتک کے نیہا اور دانیال کو بھی نہیں بتایا ۔

برہان کو یہ بات پہلے سے معلوم تھی ۔ کیونکہ وہ زیان کا بچپن کا دوست تھا اور نکاح میں بھی شریک تھا ۔

اور وہ یہ بات بھی جانتا تھا کہ یسریٰ یہ بات کسی کو نہیں بتاتی ۔ اسی لیے اس نے بھی کبھی کسی نہیں بتایا ۔

اس سارے وقت میں پتہ نہیں کیوں لیکن زیان اور یسریٰ میں عجیب سا گیپ آگیا تھا ۔ وہ زیادہ بات نہیں کرتے تھے ۔ ایک دوسرے کو اوائیڈ کرتے تھے ۔

بس سلام اور خدا حافظ ہی کرتے تھے۔

یسریٰ زیان سے محبت نہیں کرتی تھی لیکن پھر بھی اسے زیان قبول تھا ۔

وہ ہمیشہ سے اسکی وفادار تھی ۔

وہ جانتی تھی کہ دانیال اسے پسند کرتا ہے ۔ لیکن وہ اس معاملے کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرتی تھی ۔

NOVEL HUT

کراچی میں شام ہو چکی تھی۔ سورج غروب آفتاب کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا۔

ایسے میں برہان عاصف نے پاشا ہاؤس میں قدم رکھے۔

برہان اور زیان بچپن سے دوست تھے۔ برہان کے والد عثمان پاشا کے بزنس پارٹنر تھے اور بہت اچھے دوست بھی۔ اس وجہ سے بچپن سے ہی برہان زیان کے بہت قریب تھا۔

برہان زیان سے ملنے آیا تھا اور اس کا استقبال ایک بہت بڑی خبر نے کیا تھا۔

وہ زیان کے کمرے کی طرف گیا۔

دروازہ کھولا تو کمرہ اندھیرے میں تھا۔

وہ آگے بڑھا اور کمرے کی لائٹس اون کی۔ وہ سامنے دیوار کے ساتھ لگا زمین پر بیٹھا تھا۔

خاموش۔

خلا میں دیکھتا ہوا۔

اس کی سنہری آنکھیں رونے کی وجہ سے سرخ ہو گئ تھی۔ اب وہ رو نہیں رہا تھا۔ بس خاموش۔

لائیٹ آن ہونے کی وجہ سے اس نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ کا چھجا بنا کر برہان کی طرف دیکھا۔ اور نظریں مور لیں۔

برہان آگے بڑھا اور اس کے برابر میں زمین پر بیٹھ گیا۔

NOVEL HUT

"نا امید ہو رہے ہو ؟" سوال کیا۔

" امید کے لیے اب باقی کیا ہے" زیان نے جواب دیا۔

"پتہ ہے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر تین میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ترجمہ " اور اللہ پر بھروسہ رکھنا۔ اور اللہ ہی کارساز کافی ہے"۔۔۔"

زیان نے سرخ آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

" اور تم اس رب کی ذات سے نا امید ہو رہے ہو ؟" برہان نے سوال کیا۔

تھوڑی دیر کے لیے زیان کچھ کہہ نہیں سکا۔

" کس چیز کی امید رکھوں میں۔ تم بتاؤ کونسا زندہ انسان مجھے اپنا دل دیں گا۔

برہان یہ کڈنی نہیں ہے جو سب کے پاس دو ہیں۔ کہ کوئی کہے میرے پاس

دو ہے ایک تم لے لو۔ یہ دل ہے۔ قلب ہے۔ جو سب کے پاس ایک ہی ہوتا ہے۔ کوئ اپنے سینے سے دل نکال کر مجھے کیو دیں گا؟" تکلیف تھی اس کے لہجے میں۔ برہان کو اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بہت تکلیف میں ہے۔

"زیان تمہیں ہمت کرنی ہوگی۔ امید کرنی ہوگی۔ اپنے لیے نا سہی۔ عثمان انکل اسمائیل کے لیے اور۔ اپنی بیوی کے لیے" اس کے آخری الفاظ پر زیان پاشا ٹھہر گیا تھا۔

جھیل سی نیلی آنکھیں نظروں کے سامنے لہرائیں تھی۔

ایک خوبصورت کھلکھلاہٹ کانوں میں گونجی تھی۔

لمبے بالوں کی دھیمی سی مہک سانس میں محسوس ہوئ تھی۔

"وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی" جب کہا تو بس اتنا۔

"یہ تم سے اس نے کہا ہے" برہان نے سوال کیا۔

"نہیں۔ لیکن میں جانتا ہوں۔وہ پچھلے دس سالوں سے مجھے اوائیڈ کر رہی ہے"

"وہ بھی تو ایسا سوچ سکتی ہے۔کیا ان دس سالوں میں کبھی تم نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی۔ کبھی بھی؟" تو زیان لاجواب ہوگیا۔

"زیان تم تو اسے محبت کرتے ہو۔ اور میں تمہاری محبت سے واقف ہوں ۔تم نے ہی تو مجھے چار سال پہلے مجبور کیا تھا کہ اسکی یونی میں ایڈمیشن لوں ۔اس سے دوستی کرو اور اسکی حفاظت بھی" برہان کے کہنے پر زیان خاموش ہوگیا۔

" اور تم نے ہی بتایا تھا کہ وہ لڑکا تمہارے گروپ کا اسے پسند کرتا ہے "

زیان کے لہجے میں جیلیسی واضح تھی ۔

" اور میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ یسریٰ اسے پسند نہیں کرتی ۔ بلکہ نہ ہی اس نے کبھی اسکی فیلنگس کو بڑھاوا دیا ۔ وہ بولڈ لڑکی ضرور ہے لیکن وہ اپنی حدود جانتی ہے " برہان نے کہا ۔

" جو بھی ہے ۔ اب ویسے بھی ایک مہینے میں میں مرجاؤں گا ۔ اور پھر دیکھنا وہ اس لڑکے سے شادی کرلے گی " تکلیف واضح تھی اسکے لہجے میں ۔

" تم تو وہ زیان نہیں ہو جسے میں جانتا ہوں ۔ تم تو یسریٰ کے لیے بہت پوزیسو تھے ۔ تم تو بہت پوزیٹو تھے ۔ اب جب اپنی پوزیٹوٹی دیکھانے کا وقت آیا ہے تو تم ایسے کر رہے ہو ۔ اللہ سے امید رکھو " برہان نے سمجھانا چاہا ۔

" کیسی امید ؟؟"

" اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ نا امید ہو کر تم قرآن کی آیت کو جھٹلا رہے ہو ۔ اور یہ سخت گناہ ہے ۔ تمہیں یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ کون ،کب ،کیسے ۔ تمہیں یہ سوچنا چاہیے ہمارا رب سب کر سکتا ہے ۔ ہمارا مالک اپنے ایک اشارے پر دنیا فنا کر سکتا ہے ۔ اپنے ایک اشارے پر دنیا آباد کر سکتا ہے "

NOVEL HUT

زیان خاموشی سے اسے سن رہا تھا ۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے برہان اس کے دل کو صاف کر رہا ہے ۔ ہر بدگمانی سے ۔

" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مجھ سے جیسا گمان کرو گے مجھے ویسا پاؤں گے ۔ اس لیے ہمیں اللہ سے اچھا گمان کرنا چاہیے ۔ اگر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں تو سب ہو سکتا ہے ۔

تم یہ نہ سوچو کے کوئی تمہیں اپنا دل دیں گا یا نہیں ۔ تم یہ سوچو کہ تم نے صرف اللہ کو راضی کرنا ہے ۔ زیان اگر اللہ تعالیٰ راضی ہو گئے نا تو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں زندہ رہنے سے روک نہیں سکتی"

"تم سمجھ رہے ہو نا" آخر میں برہان نے پوچھا تو بے اختیار زیان نے اسے گلے لگا لیا ۔ سکون تھا جو اسے ملا تھا ۔

لیکن اچانک ہے وہ دونوں پیچھے ہٹے جب اچانک دروازہ کھلا ۔

یسریٰ ان دونوں کو دیکھ کر بوکھلا گئ۔ پہلے ہی جویریہ اور عثمان صاحب نے اسے زبردستی زیان کے پاس بھیجا تھا۔

وہ دونوں اسے دیکھ کر اپنی جگہوں پر کھڑے ہو گئے۔

"یہ کیا ہو رہا تھا ؟" یسریٰ نے حیرانی سے پوچھا۔

" دو دوست بات کر رہے تھے " برہان نے جواب دیا۔پتہ نہیں کیوں لیکن وہ دونوں اوکورڈ فیل کر رہے تھے۔

"اچھا میں چلتا ہوں تم لوگ بات کرو" برہان کہہ کر کمرے سے چلا گیا۔

اب وہ دونوں کمرے میں تھے۔

ایک دوسرے پے نظریں جمائے۔

کمرے میں موجود ہر چیز انہماک سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

ایک وقت تھا جب انکی باتیں ختم نہیں ہوتی تھی۔

ایک وقت یہ تھا جب کہنا کیا ہے یہ سمجھ نہیں آرہی تھی۔

وہ آج پھر ان نیلی آنکھوں میں کھو رہا تھا۔ دس سال ہوگئے تھے۔ لیکن آج بھی ان میں وہی کشش تھی۔

سنہری آنکھیں رونے کے باعث سرخ ہو رہی تھی۔

"تم بیٹھو" زیان نے شروعات کی۔

اس نے کمرے میں موجود صوفے کی طرف اشارہ کیا تو وہ صوفے پر بیٹھ گئ۔

اس نے اس وقت لائٹ پرپل شلوار قمیض پہنی تھی۔پیروں میں نیوڈ بلاک ہیلز۔ بال ہمیشہ کی طرح کھلے۔ اور چہرے پر میک اپ کے نام پر ٹنٹ اور مسکارہ۔

یسریٰ کو یہاں آکر یہ خبر ملی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیسے ریکٹ کرے۔

زیان بھی اسے تھوڑے فاصلے پر صوفے پر بیٹھ گیا۔

" ماموں نے بتایا کہ تم۔ انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا" وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

" تم چاہتی ہو میں ٹھیک ہو جاؤں ؟"پتہ نہیں کیوں لیکن اس نے پوچھ لیا۔

تھوڑی دیر کے لیے یسریٰ کچھ کہہ نہ سکی۔

" ظاہر سی بات ہے ہم سب چاہتے ہیں کہ تم ٹھیک ہو جاؤں"

" ہمم سہی"

ایک دفع پھر دونوں میں خاموشی ہائل ہوگئیں۔

وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا ۔ پورے تین مہینے بعد ۔ وہ آج بھی ویسی تھی ۔ خوبصورت ۔ اس کے بال اس کے چہرے پر آرہے تھے ۔ زیان کا دل کیا کہ اس کے بال کان کے پیچھے کریں ۔ لیکن خود کو روک گیا ۔

" اچھا میں چلتی ہوں تم ریسٹ کرو " وہ اٹھ گئیں ۔ تو زیان کا دل کیا اسے روک لے ۔

اسے کہیں کہ وہ ایسے ہی خاموش بیٹھی رہیں ۔ وہ اسے ساری زندگی ایسے دیکھ سکتا ہے ۔

NOVEL HUT

لیکن کہا تو بس اتنا ۔

" میرے لیے دعا کرنا یسریٰ"

"ضرور" کہہ کر وہ چلی گئیں۔

وہ ابھی تک صوفے کے اس حصے کو دیکھ رہا تھا جہاں سے وہ اٹھ کر گئیں تھی ۔ اس کے پرفیوم کی خوشبو ابھی تک کمرے میں مہک رہی تھی۔
سنہری آنکھوں میں جینے کی امید زندہ ہو گئیں تھی۔

NOVEL HUT

آج ان چاروں کا پھر سے پلان تھا۔ پلان زبردستی نیہا نے بنایا تھا۔ یسریٰ زیان کی وجہ سے کافی ڈسٹرب تھی۔ وہ آنا نہیں چاہتی تھی لیکن سب نے فورس کیا۔

وہ چاروں اس وقت کراچی کے مال میں موجود تھے۔

وہ ابھی مووی دیکھ کر آئے تھے اور اب فوڈ کارٹ میں بیٹھے تھے۔ برہان اور نیہا آرڈر لینے گئے تھے۔

یسریٰ خاموشی سے بیٹھی تھی۔

"میرے لیے دعا کرنا یسریٰ" یہ الفاظ کل سے اسکے ذہن میں گونج رہے تھے۔ وہ محسوس کر سکتی تھی کچھ تو تھا اس کی آنکھوں میں۔ لیکن وہ اسے نام نہیں دے پا رہی تھی۔

وہ باقاعدگی سے نماز نہیں پڑھتی تھی۔ لیکن کل سے ساری نمازیں پڑھ رہی تھی۔ اور زیان کے لیے دعا کر رہی تھی۔

وہ اپنے خیالوں میں گم تھی جب دانیال نے اسے مخاطب کیا۔

"تم کچھ پریشان لگ رہی ہو؟"

" ہمم بتایا تھا نہ میرا کزن بیمار ہے ۔ بس اسی کی فکر ہو رہی ہے "

"ٹینشن نہ لو اللہ بہتر کرے گا "

" آمین "

" اور آگے کا کیا پلان ہے " دانیال نے موضوع بدلنے کی کوشش کی ۔

" ایک دو جگہ اپلائے کیا ہے انٹرنشپ کے لیے ۔ دیکھو اب کیا ہوتا ہے "

" تمہاری تو فیملی میں ہی بہت ریچ لوگ ہیں ۔ بہت بزنس مین ہیں ۔ تمہیں تو کوئی بھی آسانی سے جاب دیں دے گا "

" آسانی ہی تو نہیں چاہیے ۔ میں اپنے بل بوتے پر کچھ کرنا چاہتی ہوں "

" غیر قانونی طریقے سے " دانیال نے مسکراہٹ دبا کر کہا ۔

" اس دنیا میں ایماندار لوگوں کے لیے کوئ جگہ نہیں ہے ۔ جب تک آپ سکیم کر کے اپنی کامیابی حاصل نہ کرو تب تک یہ دنیا آپ کو قبول نہیں کرتی " یسریٰ نے سنجیدگی سے کہا ۔

" ایک انسان دنیا بدل سکتا ہے اسے بس خود پر اعتماد ہونا چاہیے "

" دنیا بعد میں بدل لینا ابھی برگر کھا لو "نیہا نے آرڈر کی ٹرے میز پر رکھتے ہوے کہا ۔

اب نیہا اسی بات پر دانیال کا مزاق اڑا رہی تھی ۔

NOVEL HUT

یسریٰ کو بہت بے چینی ہو رہی تھی۔ اس نے آج فیصلہ کیا تھا کہ وہ سب کو اپنے نکاح کا بتا دیں گی۔ لیکن وہ ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔

وہ سب کھانا کھا چکے تھے اب ان کا رخ کیفے کی طرف تھا۔

برہان نے کیفے کا دروازہ کھولا تو وہ سب اندر کے خواب ناک ماحول سے متاثر ہو گئے۔

دھیمی لائٹس، کافی کی مہک، مدھم میوزک۔

انہوں نے سائیڈ پر موجود ٹیبل کو چنا جہاں سے مال کا بیرونی حصہ بھی نظر آتا تھا۔

کافی کا آرڈر ہو چکا تھا۔ اب وہاں خاموشی تھی۔

نیہا کب سے دانیال کو میسج پر ہمت دے رہی تھی کہ وہ آج یسریٰ سے کہ دے۔

دانیال بہت مشکل سے ہمت کی اور یسریٰ کو مخاطب کیا۔

" یسریٰ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے "

" کہنا تو مجھے بھی ہے مگر تم بولوں " یسریٰ نے کہا۔

" پہلے تم کہہ لو " دانیال نے اسے موقع دیا۔

" نہیں یسریٰ بعد میں کہہ لے گی پہلے تم بتاؤ کیا کہہ رہے تھے " نیہا نے دانیال کو آنکھے دیکھاتے ہوئے کہا۔

" وہ یسریٰ مجھے کہنا تھا کہ۔ مطلب پوچھنا تھا " دانیال کو تہمید باندھتے دیکھ نیہا نے اسے ٹیبل کے نیچے سے پاؤں مارا۔ تو دانیال فوراً بولا۔

" Will you Marry me? “

دانیال نے کہہ دیا تو ایسے محسوس ہوا جیسے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہے ۔

وہی اس کے ان الفاظوں سے یسریٰ اور برہان حیران رہ گئے ۔

یسریٰ جانتی تھی کہ دانیال اسے پسند کرتا ہے ۔ لیکن وہ اسے آج ہی حقیقت بتا دینا چاہتی تھی ۔

لیکن اب اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس نے بہت دیر کر دی ہے ۔

" مجھے تم لوگوں کو یہی بتانا تھا کہ " کہہ کر یسریٰ نے گہرا سانس لیا ۔

" I'm already married "

یہ الفاظ کسی تیر کی طرح دانیال ملک کے دل پر لگے تھے ۔

" کیا " نیہا چیخی تھی ۔ بغیر جگہ کا لحاظ کیے ۔

" ریلیکس نیہا ۔ پہلے اسکی بات سن لو " برہان نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ۔

دانیال کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

یسریٰ اپنی کہانی بتانے کے کوشش کر رہی تھی اور نیہا اسے غصہ سے بول رہی تھی۔

دانیال کو انکی آوازیں سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ اس کا دماغ گول گول گھوم رہا تھا۔

دل میں درد محسوس ہو رہا تھا۔

ایسے لگ رہا تھا کہ یہاں تھوڑی دیر اور رکا تو سانس نہیں لے سکے گا۔

وہ خاموشی سے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ اور کیفے سے نکل گیا۔

نیہا بھی اپنی جگہ سے اٹھ گئ۔

"میں تمہیں معاف نہیں کروں گی یسریٰ"

" میرا کیا قصور ہے ۔ میرا نکاح پندرہ سال کی عمر میں ہوا تھا" یسریٰ کا گلا رندھ گیا تھا ۔

" اور یہ تم ہمیں اب بتا رہی ہو جب میرا بھائی تم سے محبت میں اتنا آگے نکل گیا ہے "

" تم نے میرے بھاۓ کا دل توڑا ہے ۔ اس کے لیے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی " نیہا کہہ کر کیفے سے نکل گیٔ ۔

یسریٰ کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا ۔

" میرا کوئ قصور نہیں ہے " اس نے آنکھوں میں آنسوں لیے برہان سے کہا ۔

" مجھے پتہ ہے ۔ تم ریلیکس کرو ۔ آؤں میں تمہیں گھر چھوڑ دو"

رات تاریک ہوچکی تھی ۔ آج کراچی میں کافی حبس تھی ۔ یہ شہر کا موسم تھا یہ دلوں کا ۔ کیا معلوم ۔

نیہا دانیال کا انتظار کرتے کرتے سو گئ تھی ۔ وہ اس وقت سے گھر نہیں آیا تھا ۔

جب اسکی آنکھ کھلی تو رات کے دو بج رہے تھے ۔ اسے سوئے ایک گھنٹہ ہوگیا تھا ۔ وہ لاؤنج کے صوفے پر ہی سو گئ تھی ۔

جب وہ اٹھ کر صحن میں گئیں تو وہاں دانیال کی بائیک موجود تھی ۔

اس کا مطلب وہ گھر آگیا تھا ۔

وہ کمرے میں گئ تو دانیال وہاں نہیں تھا ۔

وہ سیدھا چھت پر گئیں ۔

NOVEL HUT

کیونکہ ایک وہی جگہ تھی جہاں وہ اس وقت جا سکتا تھا۔

نیہا نے اس وقت بھی دانیال کی ٹی شرٹ ٹراؤزر پہنا تھا۔ بالوں کا جوڑا بنائے۔

وہ جب سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچی تو وہ اسے نظر آگیا۔

ان کی چھت چھوٹی سی تھی۔ کیونکہ آدھی چھت پر تو سٹور روم بنا تھا اور باقی خالی تھی۔ وہاں ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی موجود تھی۔ اور چھت کے چھوٹے چھوٹے بنیرے بنے تھے۔ وہاں سے کھڑے ہو کر گلی کا منظر اچھے سے واضح ہوتا تھا۔

NOVEL HUT

دانیال اسی بنیرے سے ٹیک لگائیں۔ چھت کے مٹی سے بھرے ہوئے فرش پر بیٹھا تھا۔

اس نے ابھی تک صبح والے کپڑے ہی پہنے تھے ۔ اور اس کی جینز پر لگی مٹی دیکھ کر نیہا سمجھ گئیں تھی کہ یہ سارا وقت سمندر پر تھا ۔
نیہا اس کے پاس جا کر بیٹھ گئی ۔

"یہاں کیوں بیٹھے ہو"
" ایسے خاموش نہ رہو دانی ۔ کچھ تو بولو"
خاموشی ۔ اس کا چہرہ ساکت تھا ۔
" میرے بھائی مجھے ایسے اذیت نا دو ۔ اپنا غم شیئر کرو " نیہا کا گلا رندھ گیا تھا ۔

اپنے بھائی کی تکلیف اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی ۔
" اچھا تم لڑ لو مجھ سے ۔ کچھ کہو تو "

" کیا کہو ؟" دانیال نے سوال کیا ۔

" کہنے کو کچھ بچا ہے ۔ مجھے تو خد پر غصہ آرہا ہے میں چار سال ایک شادی شدہ لڑکی سے محبت کرتا رہا "

" وہ ۔ اس کا ۔ اس کا نکاح ۔ نکاح ہو چکا ہے " الفاظ ادا نہیں ہو رہے تھے ۔ یہ الفاظ بہت تکلیف دہ تھے ۔ دانیال کی آنکھوں سے آنسوں نکلنے شروع ہو گئیں تھے ۔

" اس کو مجھے بتانا چاہیے تھا " وہ ہچکیاں لے رہا تھا ۔ اسے دیکھ کر نیہا نے بھی رونا شروع کر دیا تھا ۔ ساتھ ساتھ وہ اس کے آنسو صاف کر رہی تھی ۔

" وہ نکاح میں تھی ۔ پھر مجھے کیو " اب اس سے بولا نہیں جا رہا تھا ۔ وہ نیہا کے کندھے پر سر رکھے رونے لگا ۔

نیہا کے سینے سے لگے وہ ہچکیاں لے رہا تھا۔

نیہا کو اپنا دل بیٹھتا محسوس ہو رہا تھا۔

ایک بہن کے لیے اپنے بھائ کو ٹوٹا بکھرا دیکھنا ایسا ہوتا ہے جیسے کسی نے اس کے دل کے دو حصے کر دیے ہو۔

NOVEL HUT

باب سوم: قلبي قتلني

(میرے دل نے مجھے مار دیا)

میرے عشق دے وچ مشکوک نہ ھو

نہی اج تک غلط نگاہ کیتی

تیری ہر ملاقات میں انج کیتی

جیوے موسی نال خدا کیتی

نہی کیتا فرق تیری پوجا وچ

نہی لوکاں دی پرواہ کیتی

اک تینوں رب نہی کہ سکدا

باقی ساری رسم ادا کیتی

تیرے نال حیاتی لا چھڈی

دس کس نے انج وفا کیتی

بُلّھے شاہ۔

NOVEL HUT

کراچی میں سورج طلوع ہو چکا تھا۔ فجر باسی ہو چکی تھی ۔ آج موسم کافی گرم تھا۔ گرمی سے برا حال تھا۔ اتوار کا دن تھا اس لیے آج سب گھر میں تھے۔

ایسے میں ایک کالے رنگ کی گاڑی بیگ مینشن کے پورچ میں آکر رکی ۔ اسے دیکھتے ہی ۔ گارڈ نے فوراً اس کی گاڑی کا دروازہ کھولا تو وہ باہر نکلی ۔

لمبے سیاہ بال کمر پر بکھرے ہوئے۔

سفید کرتا جس کے نیچے بلو جینز پہنی تھی ۔پیروں میں نیوڈ بلاک ہیلز۔

چہرہ پر میکپ ۔

میکپ کی مدد سے بہت صفائی سے اپنی تکلیف کو چھپایا گیا تھا۔کوئی بھی اسے دیکھ کر کہہ نہیں سکتا تھا کہ وہ ساری رات سوئی نہیں ہے۔

گارڈ نے اس کے آگے ہاتھ کیا تو یسری نے گاڑی کی چابی اس کے حوالے کر دی اور خود بیگ مینشن کے اندر کی جانب قدم بڑھائے۔

اندر جاتے ہی اسے ملازمہ ڈائینگ ٹیبل کی طرف لے گئیں۔ جہابیگ خاندان ناشتہ کر رہے تھے۔

ایسے کی سربراہی کرسی پر اپنی پوری شان و شوکت سے داؤد بیگ بیٹھے تھے۔

ان کے دائیں جانب سلطان بیٹھا تھا۔

جبکہ بائیں جانب علینہ بیگم اور زونیرا بیٹھے تھے۔

عبدل خان داؤد بیگ کے پیچھے ہی ہاتھ باندھ کر کھڑا تھا۔ سیاہ ٹوپیس میں۔

ایسا لگتا تھا کہ وہ اتوار کو بھی کام کرتا ہے۔

ملازمین اپنا مشترکہ یونیفارم پہنے طویل میز پر مختلف کھانے لگا رہے تھے۔

اسے دیکھتے ہی سب کے چہرے پر مسکراہٹ آگئیں۔

" اسلام علیکم "

" وعلیکم السلام ۔ آؤں ڈئیر بیٹھوں" علینہ بیگ نے اسے بیٹھنے کا کہا تو وہ زونیرا کے پاس والی کرسی کی جانب بڑھی ۔

لیکن اس کے بیٹھنے سے پہلے ہی زونیرا اٹھی اور اسے گلے لگایا ۔

زونیرا اور یسریٰ میں بہت پیار تھا ۔ زونیرا کی ہمیشہ سے خواہش تھی کہ اسکی چھوٹی بہن ہو ۔ یسریٰ کو وہ اپنی سگی بہن ہی سمجھتی تھی ۔

یسریٰ بھی زونیرا کے بہت کلوز تھی ۔ ایک زونیرا ہی تھی جس سے وہ ہر بات شیئر کرتی تھی ۔ ہر دکھ ۔

وہ ساری رات جاگی تھی اور صبح ہوتے ہی زونیرا سے ملنے آئ تھی ۔ کیونکہ زونیرا ہی تھی جو اسے سمجھتی تھی اور سمجھاتی بھی ۔

زونیرا کی آگوش میں اس کی آنکھیں نم ہوگئیں تھی ۔ بہت ضبط سے اسنے اپنے آنسوں روکے اور زونیرا سے الگ ہوئ ۔

وہ کرسی پر بیٹھی اور اپنی انگلی کی پوروں سے اپنے آنسوں صاف کیے۔

ایسے کے کوئی دیکھ نہ سکے۔

لیکن وہ دیکھ چکا تھا۔

سلطان نے یسریٰ کے آنسوں دیکھ لیے تھے۔ لیکن خاموش رہا۔

سلطان ابھی جوگنگ سے آیا تھا۔ اس نے ابھی بھی ٹریک سوٹ پہنا تھا۔

لیکن وہ اس میں بھی وجیہہ لگ رہا تھا۔

NOVEL HUT

زونیرا خوشی سے یسریٰ کو بریڈ پر مکھن لگا کر دے رہی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یسریٰ یہی کھاتی ہے۔

ناشتہ سب نے باتیں کرتے ہوئے کیا۔ یسریٰ بھی کافی حد تک خود کو بہتر محسوس کر رہی تھی۔

کراچی کی شدید گرمی سے درمیانے طبقے والے لوگوں کا بڑا حال تھا۔ اوپر سے گرمیوں میں بجلی کا چلے جانا تو پاکستان میں رواج ہے۔ اور یہ بھی مڈل کلاس لوگوں کو جھیلنا پڑتا ہے۔

ایسے میں پسینے سے شرابوز ارباز کرکٹ کھیل کر ابھی گھر آیا تھا۔

"ہائے اللہ اتنی گرمی ہے اوپر سے یہ بجلی بھی چلی گئیں" عزمت صاحبہ نے گرمی سے تنگ کر بولی۔ وہ مسلسل ہینڈ فین سے خود کو ہوا جھل رہی تھی۔

" امی فریج میں میرا جوس تھا۔ کہا گیا" تبھی ارباز آکر بولا۔

" وہ تو ساتھ والوں کا بیٹا حلوہ لایا تھا۔ بچارے کا گرمی سے برا حال تھا میں نے اسے پلا دیا"

"کیا آپ نے میرا جوس اس چشمش کو پلا دیا" وہ رونے والا ہوگیا تھا۔

ایک تو گرمی اور اوپر سے ساتھ والوں کا بیٹا ارباز کو بہت بڑا لگتا تھا۔

"ہا تو کیا ہوگیا" امی بچاری بچوں کی سیاست کہا جانتی تھی۔

" امی میں کہہ رہا ہوں اگر اب آپنے میری کوئ چیز اس علی کے بچے کو دی تو میں۔ تو میں" اس سے آگے اسے سمجھ ہی نہیں آئ کہ کیا بولے۔

" شرم نہیں آتی ماں سے کیسے بات کرتے ہو ۔ یہ حال ہے آج کل کے بچوں کا ۔ کچھ میرے بیٹے دانیال سے ہی سیکھ لینا تھا ۔ دنیا جہاں کی بدلہاز اولاد میرے ہی حصہ میں آئ ہے "

اور عزمت صاجبہ شروع ہو چکی تھی ۔

ارباز فوراً کمرے میں چلا گیا ۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اب اس کی خیر نہیں ۔

" امی سارا سامان لے آیا ہوں " ابھی وہ بول رہی تھی جب دانیال نے سبزی اور پھلوں سے بھرے ہوئے شاپر میز پر رکھے ۔

اور خود بھی وہی نڈھال ہو کر بیٹھ گیا ۔

عزمت صاجبہ اٹھی اور سارا سامان کچن میں رکھا ۔ ساتھ ساتھ وہ نیہا اور ارباز کو ذلیل بھی کر رہی تھی ۔

دانیال خاموشی سے آنکھے بند کیے بیٹھا تھا ۔

اسے جیسے ارد گرد کی کوئ آواز آہی نہیں رہی تھی۔
بس ایک بے وفا چہرہ آنکھوں کے آگے لہرا رہا تھا۔

عزمت صاحبہ نے دانیال کا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھ لیا تھا۔ وہ اس کے پاس بیٹھی اور ٹھنڈے پانی کا گلاس اسے دیا۔

دانیال خاموشی سے پانی پی رہا تھا اور عزمت صاحبہ اسے ہاتھ والی پنکھی سے ہوا دے رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے دانی اتنے اداس کیو ہو؟" آخر انہوں نے سوال کر لیا۔

دانیال نے بے اختیار ماں کی طرف دیکھا۔

ہمارے اندر کتنی ٹوٹ پھوٹ ہو رہی ہوتی ہے اور ہم کسی کو بتاتے نہیں ہے ۔ ہمیں لگتا ہے کوئ جان نہیں سکتا ۔ لیکن ہم بھول جاتے ہیں کہ ہماری مائیں جن کو ہمارے دل کی بات تب پتہ چل جاتی تھی جب ہمیں بولنا نہیں آتا تھا ۔ جنہوں نے ہمیں چلنا بولنا سکھایا ہے وہ تو سب جان لیتی ہیں ۔

یہ خیال بے اختیار دانیال کے دل میں آیا ۔

وہ گرمی کا خیال کیے بغیر ماں کی گود میں سر رکھ کر صوفے پر لیٹ گیا ۔

کتنا سکون ہوتا ہے ماں کی آغوش میں ۔

"امی لوگ کیسے کسی کی فیلنگس کے ساتھ کھیل لیتے ہیں" لہجہ میں تکلیف تھی

۔

"کس کی بات کر رہے ہو ؟" انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ

پھیرتے ہوئے پوچھا۔

دانیال کو سمجھ نہیں آئی کیا کہے۔

تبھی لائٹ آگئیں۔ پنکھے کی ہوا جسم پر ٹھنڈی محسوس ہو رہی تھی۔

"ارباز اٹھو موٹر چلا دو" عزمت صاحبہ نے آواز لگائی۔

"تم نے بتایا نہیں کون ؟" انہوں نے دوبارہ پوچھا۔

" امی اس کا پندرہ سال کی عمر میں نکاح ہوگیا تھا۔ اس نے مجھے اندھیرے

میں رکھا "

عزمت صاحبہ کو تھوڑی دیر لگی سمجھنے کے لیے۔ پھر وہ سمجھ گئیں کے یسریٰ کا ذکر ہو رہا ہے۔

" اس نے وجہ تو بتائ ہوگی نہ کے اتنے سال تمہیں بتایا کیو نہیں؟" ان کے سوال پر دانیال تھم گیا۔

آنکھوں کے سامنے اس کا چہرہ لہرایا۔ آنسوں کو ضبط کرتی ہوئ وہ اپنی بات کہنے کی کوشش کر رہی تھی۔

دانیال اٹھ کر بیٹھ گیا۔

" امی وجہ کوئ بھی ہو وہ جانتی تھی کہ میں اسے محبت کرتا ہو "

" اس نے کبھی تم سے اظہار محبت کیا ؟ کبھی تمہاری فیلنگس کو بڑھاوا دیا"

ان کے کہنے پر دانیال کو احساس ہو کہ واقع اس نے کبھی ایسا نہیں کیا ۔ وہ ہمیشہ دانیال اور برہان کو ایک جیسا ٹریٹ کرتی تھی ۔

"بیٹا ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئ ایسی مجبوری ہو ، کوئی تکلیف دہ ماضی ہو۔ ہمیں ایسے کسی سے بدگمان نہیں ہونا چاہیے۔ تم سوچوں تم لوگ چار سال سے ایک ساتھ ہو۔ کوئ تو وجہ ہوگی جو اس نے اتنی بڑی بات چھپائی ۔ تمہیں اس سے بات کرنی چاہیے۔ ایسے ہی اسے بے وفا یا پھر دھوکے باز نہ سمجھوں۔ اس نے کونسا تم سے کوئ وعدہ کیا تھا ۔ تم اس سے وجہ پوچھوں، تم اس سے معاف کردو ۔ اپنی محبت کے لیے ہی" ان کے نرمی سے کہنے پر دانیال کو احساس ہو رہا تھا ۔

اب اسے سمجھ آرہی تھی ۔

" چلو میں کچن میں جاؤں ۔ ایک تو یہ نیہا بھی " وہ کہتی ہوئ اٹھ گئیں ۔

" نیہا اٹھ جاؤں برتن دھونے والے پڑے ہیں ۔ ایک تو یہ لڑکی کوئ کام نہیں کرتی ۔ پتہ نہیں کیا بنے گا اسکا " اب وہ نیہا کو بول رہی تھی ۔

دانیال کو احساس ہو رہا تھا ۔ اسے فوراً یسریٰ کے پاس جانا تھا ۔ اسے بتانا تھا کہ وہ اسے معاف کردے گا ۔ بس وہ اسے حقیقت بتادیں ۔

وہ اٹھا اور اپنی بنائیک کے پاس دھوڑا ۔ اسے ابھی جانا تھا ۔

وہ بائیک ابھی گھر سے نکال رہا تھا ۔

جب نیہا نے اسے آواز دی ۔

" دانی ابھی تو آئیں تھے کہا جا رہے ہو ؟"

" نیہا ابھی جانا ہے یسریٰ سے بات کرنی ہے ۔ حقیقت جاننی ہے"

" کیسی حقیقت " وہ دو قدم نزدیک آئ ۔

" میں جاننا چاہتا ہوں ، کہ ایسی کونسی وجہ تھی کہ اس نے یہ بات اتنے سال چھپائ ۔ نیہا اسکی کوئ تو مجبوری ہوگی "

" دانی تم نے اسے معاف کردیا ہے "نیہا نے تعجب سے پوچھا ۔

" اس نے میرا دل توڑا ہے ۔ مجھے اذیت دی ہے ۔ لیکن پتہ ہے نیہا " وہ بائیک کو سٹینڈ پر کھڑا کرکے ۔ اسے کے سامنے آکر کھڑا ہوا ۔

" ہم محبت کرنے والے بڑے مجبور ہوتے ہیں ۔ ہمارا محبوب ہمارے دل کو مجروح بھی کردیں تب بھی اسے معاف کرنے کی سکت رکھتے ہیں ۔ حقیقت میں تو جس لمحے ہمیں محبت ہوتی ہے نہ ہم اسی لمحے اپنے محبوب کو اپنا قتل بھی معاف کردیتے ہیں یہ تو پھر دل کا قتل ہے "

" اور اسکا قصور نہیں ہے ۔ میرے دل نے مجھے مارا ہے " وہ کہہ کر رکا نہیں ۔ پلٹ گیا ۔

پتہ نہیں آسکا جانا نیہا کا دل بھاری کیو کر رہا تھا ۔

" دانی " اس نے پکارا ۔

وہ مرا ۔

" ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم آج نہ جاؤں "

" نہیں نیہا مجھے ابھی جانا ہوگا " اس نے ایک آسودہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا ۔

" تم جلدی واپس آؤں گے نہ " اس نے یاسیت سے پوچھا ۔

" ہاں " اس نے ایک نرم مسکراہٹ کے ساتھ کہا ۔ اور مر گیا ۔

پھر رکا اور مڑا ۔

NOVEL HUT

"نیہا تمہارا بہت شکریہ ۔ تم میری بہت پیاری بہن ہو" وہ کہ کر پلٹ گیا۔

اور نیہا اس کے الفاظوں میں الجھ گئیں۔

اب وہ بائیک باہر نکال رہا تھا۔

بائیک نکال کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔

تو ایک دم نیہا کا دل بھوجل ہو گیا۔

وہ بھوجل قدموں کے ساتھ گھر کے اندرونی جانب مڑ گئ۔

کچھ تو عجیب تھا۔ یہ پھر اس کا وہم تھا۔

NOVEL HUT

پاشا ہاؤس میں دیکھا جائے تو اس وقت وہ تینوں بیسمنٹ میں موجود گیمنگ روم میں موجود تھے۔

یہ گیمنگ روم زیان کے بچپن میں اس نے بنوایا تھا۔

گیمنگ روم کی دوسری طرف جم تھا۔ جو زیادہ زیان ہی استعمال کرتا تھا۔
لیکن اب ڈاکٹر نے اسے منع کر دیا تھا۔

اس گیمنگ روم میں مدھم لال روشنی تھی۔ بیٹھنے کے لیے لیدر کے صوفے موجود تھا۔ یہاں ہر قسم کی گیم موجود تھی۔
بری سکرین پر گیم چل رہی تھی۔ برہان اور اسمائیل کی بیٹل چل رہی تھی۔

زیان ان کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ لیکن اس کو کمزوری ہو رہی تھی اس لیے گیم نہیں کھیل رہا تھا۔

"برہان بھائی اب تو آپ کو مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا" اسمائیل نے جوش سے کہا۔

"بیٹا میں تیرا بڑا بھائی ہوں میں نے تجھے یہ گیم سیکھایا تھا۔ میرے سے نہیں جیت سکتے" برہان نے بھی اسی جوش سے کہا۔

"ہاہاہا یہ دیکھے میں نے آپ کا ایک اور ہرا دیا"

"بیٹا اب تم دیکھوں"

زیان خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ کبھی وہ اس گیم کا چیمپئن ہوتا تھا۔ اور آج اپنی صحت کی وجہ سے یہ گیم کھیل نہیں سکتا تھا۔

اس چہرے پر آسودگی چھاگئیں تھی۔

وہ اٹھا اور وہاں سے چلا گیا۔

برہان نے اسے جاتے دیکھ لیا تھا۔

یہ منظر ہے زونیرا بیگ کے کمرے کا۔ وسیع و عریض کمرہ۔
نیلے اور سفید کے امتزاج پر سجھا یہ کمرہ۔ انتہائی ڈیسنڈ لگ رہا تھا۔
جہاز سائز بیڈ جس پر سفید چادر اور لائٹ پنک کوشن کا ڈھیر لگا تھا۔
اس کے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائیں یسریٰ بیٹھی تھی۔ نیلی آنکھوں میں آنسوں تھے۔
زونیرا اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

"آپی مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ میں کبھی بھی اس کا دل نہیں توڑنا چاہتی تھی"

" میں جانتی ہوں میرا بچہ ۔ تم پریشان نہ ہو ۔ دیکھنا وہ تمہیں معاف کردیں گا۔ تم اسے حقیقت بتاؤں گی تو وہ تمہیں معاف ضرور کریں گا " زونیرا نے پیار سے سمجھایا ۔

" میں اسے کیسے بتاؤں میرے اندر دانیال کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے " اس کے لہجے میں شکستگی تھی ۔

" تمہیں ہمت کرنی ہوگی۔ اور پھر میری یسریٰ تو بہت بہادر ہے"

" یسریٰ بہادر ہے دنیا کا ہر سکیم کرنے کے لیے ۔ لیکن یسریٰ کسی کے دل کے ساتھ سکیم نہیں کرسکتی" آنسوں پھر سے بہنا شروع ہوگئیں تھے ۔

" میرا بچہ تم نے اسکے ساتھ سکیم نہیں کیا ۔ تمہارے یہ سب کرنے کی وجہ تھی " وہ اسے مسلسل سمجھا رہی تھی ۔

یسریٰ کے آنسوں اسے اچھے نہیں لگتے تھے ۔

NOVEL HUT

نیلی آنکھوں کے آنسوں تو باہر کھڑے شخص سے بھی برداشت نہیں ہو رہے تھے۔

دانیال وہاں سے سیدھا قریشی ولا آیا تھا جہاں سے اسے خبر ملی کے یسریٰ صبح سے بیگ مینشن میں موجود ہے۔
اب اسکا رخ بیگ مینشن کی جانب تھا۔

برہان زیان کے پیچھے آیا تو وہ سویمنگ پول کے پاس بیٹھا تھا۔

اس طرح کے اس کے پاؤں پول کے پانی میں بھیگے تھے۔ برہان اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

"تم یہاں کیوں آگئے؟"

"ویسے ہی۔" اس نے بیزاری سے کہا۔

سنہری آنکھوں میں پھر سے امید کا دیا بجھ رہا تھا۔

"تمہیں یقین کیوں نہیں آتا کہ ایک دن تم ٹھیک ہو جاؤں گے" برہان نے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔ میں کوشش کرتا ہوں خود کو سمجھانے کی۔ اور کسی حد تک مجھے اطمینان ہو بھی جاتا ہے۔ پھر پتہ ہے کیا ہوتا ہے؟" برہان اسے ہی سن رہا تھا۔

" پھر ایک دم سے میری صحت خراب ہو جاتی ہے ۔ جانتے ہو اس حالت میں کیا ہوتا ہے ۔ ایک دم اچانک رات کو دل کی دھڑکنیں غیر متوازن ہو جاتی ہیں ۔ کبھی اچانک سانس اکھڑنے لگتا ہے ۔ جسم میں سوجن ہو جاتی ہے ۔ کبھی کھانستے کھانستے ہلک سے خون نکلنا شروع ہو جاتا ہے ۔"

اس نے شکستگی سے اسے دیکھا ۔

" تم بات کرتے ہو امید کی "

سنہری آنکھوں میں امید کا دیا بجھ چکا تھا ۔

NOVEL HUT

" زیان میرے بھائی ۔ ایسے مت بولو تم ۔ میرے لیے ۔ سب کے لیے بہت اہم ہو ۔ ہم تمہیں بچا لیں گے ۔ دیکھنا جلد ڈونر مل جائے گا " برہان کی اس بات پر اس کے چہرے پر تنزیہ مسکراہٹ آئی ۔

"کون راضی ہوگا مجھے اپنا دل دینے کے لیے ۔پتہ ہے برہان مجھے نہ اپنے دل سے نفرت ہورہی ہے ۔ میرا دل ۔ میرا دل مجھے مار رہا ہے " سنہری آنکھوں میں دنیا جہاں کی اذیت تھی۔

" اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔مجھے یقین ہے تم ٹھیک ہو جاؤ گے" برہان کا گلا رندھ رہا تھا ۔

آنکھیں نم ہورہی تھی ۔ لیکن وہ اس وقت رو نہیں سکتا ۔ جب اسے زیان کو ہمت دینی ہے ۔

" میں آتا ہوں میرا فون وہی رہ گیا" برہان اندر کی جانب گیا ۔

ابھی وہ بیسمنٹ کی سیڑھیوں تک پہنچا تھا جب آنکھوں سے آنسوں روا ہو گئے۔

وہ وہی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا۔

آنکھوں کے سامنے ایک منظر لہرایا تھا۔

یہی گیمنگ روم تھا جہاں نو سالہ برہان گیم کھیلنے کی کوشش کر رہا تھا اور بارہ سالہ زیان اسے سیکھا رہا تھا۔

گیم تو کیا اسے ہر چیز زیان نے سیکھائ تھی۔

کرکٹ ہو یا پھر سویمنگ۔

پڑھائی ہو یا پھر کوئی اور چیز۔

یہاں تک کہ جب اس کا پہلا بریک آپ ہوا تھا تب بھی وہ زیان کے گلے لگ کر رویا تھا۔

اپنے بابا کی ڈیتھ کے بعد اسے زیان نے سنبھالا تھا۔

اسے آج بھی یاد تھا وہ ساری رات بخار میں تڑپا تھا اور زیان نے اسکا خیال رکھا تھا۔

وہ ساری رات زیان کی گود میں سوتا تھا۔ اپنے بابا کے غم میں وہ نڈھال تھا ۔ اسے زیان پاشا نے سنبھالا تھا۔

اس کے رونے میں شدت آگئیں تھی۔

"آپ رو رہے ہیں" اسمائیل اسکے سر پر کھڑا تھا۔

وہ فوراً سیڑھیوں سے اٹھا اور اپنا رخ موڑ لیا۔ جلدی سے آنسوں صاف کیے۔

"تم کسی کو نہیں بتاؤں گے" برہان نے سرخ آنکھوں اور زکام زد آواز میں کہا۔

" او - کے " اسمائیل کہہ کر چلا گیا ۔

جبکہ برہان حیران رہ گیا ۔ کیونکہ اسمائیل پاشا اتنی آسانی سے مان جائیں یہ تعجب کی بات تھی ۔

برہان گہرا سانس لے کر واپس مڑ گیا ۔

" چلو اب بس ۔ آج سنڈے ہے شوپنگ پر چلتے ہیں" زونیرا نے اسکا موڈ اچھا کرنے کے لیے کہا.

" نہیں آپی میرا موڈ نہیں ہے" اس نے منع کر دیا ۔

" تم سے پوچھ کون رہا ہے ۔ یہ میرا حکم ہے" زونیرا کہہ کر خود ہی ہنس دی ۔

یسریٰ کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ آگئی ۔

"تم بیٹھو میں بس چینج کر لو" زونیرا کہہ کر اپنے وارڈروب کی طرف بڑھی۔

یہ ایک وسیع و عریض اور شاہانہ آفس کا روم تھا۔ داؤد بیگ کا آفس۔ بیگ مینشن میں موجود۔ یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ جس میں لکڑی کا کام ہوا تھا۔

ایک طرف بک شیلف تھا جس میں دنیا جہاں کی تاریخی کتابیں موجود تھی۔

دوسری جانب ایک شیشے کی الماری تھی جس میں فائلوں کا ڈھیر تھا۔ لیکن ہر چیز نفاست سے رکھی گئیں تھی۔

آفس ٹیبل کے پیچھے ایک بری سی کھڑکی تھی۔

جس پر اس وقت پردے گرے تھے۔

آفس ٹیبل کے دوسری جانب آرام دہ صوفے موجود تھے۔

آفس کی سربراہی کرسی پر داؤد بیگ بیٹھے تھے۔ عبدل خان انہیں ایک فائیل سے متعلق تفصیلات فراہم کر رہا تھا۔

تبھی دروازہ کھلا اور سلطان اندر آیا۔ وہ آیا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے کپڑے بدل لیے تھے۔ اب وہ بلیک جینس اور وائٹ شرٹ میں موجود تھا ۔

وہ سادہ حلیے میں بھی وجیہہ لگتا تھا۔ اس کے نین نکش بہت پر کشش تھے۔

داؤد بیگ اس کے چہرے پر اداسی صاف دیکھ سکتے تھے۔

"کیا ہوا سلطان ؟" انہوں نے فائل سے نظر ہٹائیں بغیر پوچھا۔

"اسے ایک لڑکے نے پرپوز کیا ہے۔ اور اسے انکار کرکے وہ دکھی ہے۔ وہ اس کے لیے رو رہی ہے۔ اس دانیال کے لیے۔ اسے لگتا ہے اس نے اسکا دل توڑ دیا ہے۔ اسے یہ احساس بھی نہیں ہے کہ اس نے میرا دل دس سال پہلے توڑا تھا" سلطان نے اذیت سے کہا۔

"تم کیو پریشان ہو رہے ہو۔ ویسے بھی اسے کوئ بھی پرپوز کریں ہمیں اس سے کیا"

"آپ کو نہیں پر مجھے فرق پرتا ہے" اس نے چبا چبا کر کہا۔

"دیکھوں سلطان تم کیا چاہتے ہو۔ جو تم چاہتے ہو وہ ہو رہا ہے نہ" انہوں نے فائل بند کرتے ہوئے کہا۔

"یہی اگر آپ نے دس سال پہلے کچھ کرلیا ہوتا تو آج وہ زیان کے نکاح میں نہ ہوتی"

" وہ زیان کے نکاح میں تمہاری وجہ سے ہے ۔ تم نے جلد بازی کی تھی"

انہوں نے اسے یاد کروایا ۔

"دس سال پہلے کیا ہوا تھا آپ اچھے سے جانتے ہیں"

NOVEL HUT

ماضی:

سلطان کی عمر اس وقت 23 سال تھی ۔ وہ یونیورسٹی کے لاسٹ ایئر میں تھا ۔ وہ آج بھی معلوم کے مطابق یونی سے گھر آیا تو سامنے کا منظر کافی عجیب تھا اس کے لیے ۔

بیگ مینشن کے وسیع و عریض لاؤنج میں پندرہ سالہ یسریٰ اور ایکس سالہ زونیرا پکرن پکرائ کھیل رہے تھے ۔ اور لاؤنج کی حالت ایسی تھی جیسے یہاں زلزلہ آیا ہے ۔

دانیال نے اپنا بیگ اور کتابیں صوفے پر رکھی اور کہا ۔

"یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہو اور مام ڈیڈ کہا ہیں"

" مام ڈیڈ اور تایا تائی ایک شادی پر گئے ہیں ۔ اور اس لیے میں اور یسریٰ کھیل رہے ہیں" زونیرا نے یسریٰ کے پیچھے بھاگتے ہوئے کہا ۔

ابھی سلطان وہاں سے جانے ہی والا تھا جب یسریٰ بھاگ کر آئ اور اس کے پیچھے چھپ گئیں ۔

اب منظر ایسا تھا کہ زونیرا یسریٰ کو پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی اور یسریٰ نے مضبوطی سے سلطان کے کپڑے پکڑیں تھے اور بچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اور بیچارا سلطان دونوں کے بیچ پھنس گیا تھا۔

اس کشمکش کے دوران یسریٰ کا پاؤں میز سے ٹکرایا اور وہ گرتے گرتے اپنے ساتھ سلطان کو بھی لے کر گر گئیں اور زونیرا جس نے سلطان کا ہاتھ پکڑا تھا وہ بھی گر گیئ تھی۔

اب وہ تینوں زمین بوس ہو چکے تھے۔

جب اچانک زونیرا اور یسریٰ نے ہنسنا شروع کر دیا تو سلطان کی بھی ہنسی نکل گئیں اب وہ تینوں زمین پر گرے پاگلوں کی طرح ہنس رہے تھے جبکہ ملازمین کو ان کی دماغی حالت پر شک ہو رہا تھا۔

اسی دوران یسریٰ بیٹھی اور پھر سے ہنستے ہوئے سلطان پر گر گئیں ۔ یہ وہی لمحہ تھا جب یسریٰ کے لمبے بال سلطان کے پورے چہرے پر بکھر گئے تھے ۔ اس کے پاس سے آتی دھیمی دھیمی مہک ۔ اس کی کھلکھلاہٹ ۔

سلطان بیگ کے لیے وقت رک گیا تھا ۔ کانوں میں صرف ایک ہی کھلکھلاہٹ گونج رہی تھی ۔ وہ جیسے ہپنوٹائز ہو گیا تھا ۔

یہی وہ لمحہ تھا جب سلطان بیگ کا دل یسریٰ قریشی پر آگیا تھا ۔

NOVEL HUT

وہی لاؤنج تھا لیکن منظر تبدیل ہو چکا تھا ۔ سلطان کی بات پر داؤد بیگ کا دماغ گھوم گیا تھا ۔

" تمہیں پوری دنیا میں براق قریشی کی بیٹی ہی ملی تھی "

" ڈیڈ آئ لوو ہر " سلطان نے نظریں جھکائے کہا ۔

" ابھی اپنی پڑھائی پر توجہ دو ۔ وہ بھی ابھی بہت چھوٹی ہے ۔ جب وقت آئے گا تب اس متعلق سوچے گے " داؤد بیگ نے اپنا فیصلہ سنا دیا ۔

" پلیس ڈیڈ ۔ مام کچھ کہے نہ " سلطان نے التجائیہ نظروں سے اپنی ماں کو دیکھا ۔

" سلطان آپ کے ڈیڈ صحیح کہہ رہے ہیں ۔ ابھی آپ ویٹ کرو " علینہ بیگ نے بھی وہی کہا ۔

" آپ لوگ بس ہمارا رشتہ پکا کردیں ۔ ہماری منگنی کردیں ۔ بس مجھے یقین آجائے گا کہ وہ بس میری ہے "

" تم جانتے نہیں ہو اس براق کو ۔ اور میں نے فیصلہ کردیا ہے ۔ اب اس ٹاپک پر کوئ بات نہیں کریں گا " داؤد بیگ کہ کر چلے گئیں ۔ "

سلطان پھر بھی مایوس نہیں ہوا۔

"کہو سلطان آپ کو مجھ سے کیا بات کرنی تھی؟" براق قریشی نے پوچھا۔
اس وقت وہ دونوں قریشی ولا کے سٹڈی روم میں بیٹھے تھے۔
"تایا جان۔ آپ کی اور ڈیڈ کے جو بھی اختلافات ہیں۔ اس سے ہٹ کر بتائیں۔ آپ کی نظر میں میری کیا اہمیت ہے" سلطان نے کہا۔
"بیٹا تم کہنا کیا چاہتے ہو صاف لفظوں میں کہو" وہ سمجھدار تھے ایسی باتوں میں نہیں آتے تھے۔
"میں آپ سے اپنے لیے یسریٰ کا ہاتھ مانگنے آیا ہوں"
سلطان کے ان الفاظوں کے بعد اس سٹڈی روم میں خاموشی پھیل گئی۔ مکمل خاموشی۔

NOVEL HUT

پھر براق قریشی کی بھاری آواز ابھری۔

"آج تو تم نے یہ بات کردی ہے۔آج کے بعد اس بات کا زکر بھی نہ کرنا"

وہ کہہ کر جانے کے لیے پلٹ گئے۔

"آخر مجھ میں کمی کیا ہے؟" سلطان بھی کھڑا ہوگیا تھا۔

"یہ بات اپنے باپ سے پوچھنا" کہہ کر وہ چلے گئے۔

سلطان کو معلوم نہیں تھا کہ سب اس طرح خراب ہو جائیں گا۔ لیکن اسے پھر بھی یقین تھا کہ وہ سب کو راضی کرلے گا۔ اس کی یہ غلط فہمی تب دور ہوئ جب بیگ مینشن میں یسریٰ اور زیان کے نکاح کا دعوت نامہ آیا۔

حال:

"آپ نے میری بات نہیں مانی" سلطان کہہ رہا تھا۔

" تم اگر صبر کر لیتے تو ایسا نہ ہوتا۔ اب بھی تو دس سال سے صبر کر رہے ہو " ان کے لہجے میں واضح تنز تھا۔

" فرگاڈسیک ڈیڈ آپ کو ابھی بھی تنز کرنا ہے " وہ تپ گیا تھا۔

دانیال بیگ مینشن میں داخل ہوا تو سامنے ہی خانم نامہ ملازمہ نے اسے روک لیا۔

" آپ کو کس سے ملنا ہے ؟"

" مجھے یسریٰ ۔۔۔۔ یسریٰ قریشی سے ملنا ہے "

"میں انہیں اطلاع دیتی ہوں آپ چلے میرے ساتھ چلے " خانم اسے وسیع و عریض لاؤنج میں لے گئیں۔

دانیال پہلی دفع بیگ مینشن کے اندر آیا تھا۔ باہر سے تو وہ پہلے ہی اس محل سے متاثر تھا۔ لیکن آج اندر سے دیکھ کر تو ٹھٹک گیا تھا۔

"یہ گھر تو ہمارے پورے محلے جتنا ہے" دانیال نے دل میں سوچا۔

وسیع و عریض لاؤنج میں قیمتی صوفے۔ قیمتی پردے اور اینٹیک ڈیکوریشن تھی۔

خانم کا رخ زونیرا کے روم کی طرف تھا جب علینہ بیگ نے اسے آواز دی۔ تو وہ فوراً ان کے پاس چلی گئیں۔

" خانم جلدی میرے کپڑے پریس کرو۔ مجھے پارٹی میں جانا ہے" وہ کاؤچ پر نیم دراز تھی۔ ایک ملازمہ انکے ناخنوں پر نیل پالش لگا رہی تھی۔ جبکہ انکی پرسنل میک اپ آرٹس ان کا میکپ کر رہی تھی۔

خانم فوراً ان کے کپڑے لینے گئیں۔

"چلو یسریٰ نکلے" زونیرا تیار کھڑی تھی۔

وائٹ لانگ فراک پہنے۔ بالوں کو کھولے وہ نارمل ہلیے میں بھی خوبصورت لگ رہی تھی۔

"جی چلے آپی"

وہ دونوں روم سے نکلی اور باہر کی طرف گئیں۔

وہ لاؤنج کے پاس سے گزر کر گئیں لیکن نہ دانیال نے انہیں دیکھا۔ نہ ہی انہوں نے۔

زونیرا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی۔

اب گاڑی بیگ مینشن سے نکل رہی تھی۔

دانیال سے اب انتظار نہیں ہو رہا تھا ۔ وہ لاؤنج سے باہر آیا تو اتنا بھرا گھر دیکھ کر گھبرا گیا ۔ اسے سمجھ ہی نہیں آئ کہ کس سمت جائیں ۔

تبھی سامنے سے گزرتے ہوئے ملازم کو روک کر پوچھا ۔

"یسریٰ کہا ہے"

" وہ اوپر زونیرا میڈم کے کمرے میں ہیں" ملازم اوپر کی طرف اشارہ کرکے چلا گیا ۔

دانیال سیڑھیوں کی طرف بڑھا ۔

اوپر جا کر اسے سمجھ ہی نہیں آئ کہ کہا جائے ۔

وہ بغیر کسی سمت کے بس چل رہا تھا ۔ تبھی اسے ایک کمرے سے آوازیں آئ ۔

کمرے کا دروازہ ادھ کھلا تھا۔ دانیال نے سوچا یہی کوئ اسے بتا دیں گا۔
وہ ابھی کمرے میں جانے ہی والا تھا جب اندر سے آنے والی آوازوں نے اس کے پاؤں زنجیر کر دیے۔

NOVEL HUT

باب چہارم : رازِ قلب

وہ ابھی کمرے میں جانے ہی والا تھا جب اندر سے آنے والی آوازوں نے اس کے پاؤں زنجیر کر دیے۔

دانیال کا ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر تھا۔

دروازہ ادھ کھلا تھا۔ ایسے کہ دانیال آرام سے اندر کا منظر دیکھ سکتا تھا۔

دانیال ملک کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

" اور کیا چاہیتے ہو تم۔ تمہاری خاطر میں زیان کا قتل کروا رہا ہوں۔ یہ ہم دونوں جانتے ہیں کہ زیان کا ہارٹ فیل قدرتی نہیں ہے۔ میرے بندے اسے پچھلے کئی مہینوں سے ایسی ادویات دے رہے ہیں جس سے رفتہ رفتہ وہ

ختم ہو رہا ہے۔ اس کے ڈاکٹر بھی میرے غلام ہیں" داؤد بیگ کے لہجے میں ایسی سرد مہری تھی کہ دانیال کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی محسوس ہو رہی تھی۔

اس کا جسم ٹھنڈا پر رہا تھا۔

"آپ جو بھی کر رہے ہیں مجھے فرق نہیں پڑتا۔ مجھے بس یسریٰ چاہیے۔ اگر زیان کے مرنے کے بعد بھی تایا نہ مانے تو۔" سلطان نے کہا۔

"تو اسکا بھی وہی حال کریں گے جو زیان پاشا کا ہو رہا ہے" داؤد بیگ کے لہجے میں سفاکی تھی۔

زیان کی طبیعت خراب ہو رہی تھی۔ اس کی حالت کو دیکھتے ہوئے اسے ہاسپٹل لایا گیا تھا۔ ہاسپٹل کے پرائیویٹ کمرے میں اس وقت منظر کچھ ایسا تھا کہ بیڈ پر زیان نیم دراز تھا۔ اس نے ہاسپٹل گاؤن پہنا تھا۔

وہ خاموش سے اپنے والد اور ڈاکٹروں کو باتیں کرتا دیکھ رہا تھا۔

" ان کی حالت ٹھیک نہیں ہے ہمیں فوراً سرجری کرنی ہوگی "

" ڈانر تو مل نہیں رہا سرجری کیسے کریں گے " برہان نے سوال کیا۔

" یہی تو مسلہ ہے۔ دیکھیں ہم زیادہ سے زیادہ ایک دن اور سرجری روک سکتے ہیں۔ اس کے بعد ان کی زندگی کی گارنٹی ہم نہیں دے سکتے" ڈاکٹر قیس نے مایوسی سے کہا۔

" آپ نے تو کہا تھا ابھی ایک مہینا ہے۔ لیکن ابھی تو صرف ایک ہفتہ ہوا ہے " عثمان پاشا نے پوچھا۔

" آپ سہی کہہ رہے ہیں ۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ زیان کی حالت اتنی تیزی سے خراب ہوگی " ڈاکٹر فاروق نے کہا ۔ وہ سینئر کارڈیو لجسٹ تھے ۔

" لیکن اتنی تیزی سے یہ ڈاؤن کیو ہو رہا ہے " برہان کے سوال پر ڈاکٹر قیس نے بے اختیار تھوک نگلا ۔

ڈاکٹر فاروق اس سب سے بے خبر تھے کہ ڈاکٹر قیس زیان کو جو میڈیسن دے رہے تھے وہ اس کی حالت مزید خراب کر رہی تھی ۔

" ہم کیا کہہ سکتے ہیں" ڈاکٹر قیس نے نظریں چراتے ہوئے کہا ۔

زیان بہت خاموش سے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ برہان کی نظر زیان پر پری تو اسے اندازہ ہوا کہ سنہری آنکھوں میں بہت کچھ مر رہا ہے۔ اس نے خاموشی سے رخ بدل لیا۔

زیان دل میں صرف ایک ہی سطر دہرا رہا تھا۔

وہ تھا کلمہ۔

وہ جانے سے پہلے بہت زیادہ کلمہ پڑھنا چاہتا تھا۔ اسے قبر سے بہت ڈر لگ رہا تھا۔ یہ واحد ڈر تھا جو وہ اس وقت محسوس کر رہا تھا۔ اور شائد یہ بہت بے بس کر دینے والا خوف تھا۔

NOVEL HUT

اپنی موت کو اتنے قریب سے دیکھنا کتنا اذیت ناک ہے کوئ زیان پاشا سے پوچھے۔

وہ بار بار دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ اسے انتظار تھا اسکا۔ کتنا بے بسی تھا نہ وہ؟۔ وہ چاہتا تھا کہ اس مشکل وقت میں وہ اس کے ساتھ ہو۔ لیکن وہ نہیں تھی۔ وہ اسے بلانا چاہتا تھا لیکن کہہ نہیں پا رہا تھا۔

NOVEL HUT

۔۔۔۔۔

دروازے کا ہینڈل ابھی بھی دانیال کے ہاتھ میں تھا۔ وہ بے اختیار پیچھے ہٹا

تو ایک دم دروازہ زور سے بند ہوا۔

اندر موجود سب کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔

"کون ہے باہر" عبدل خان اپنی بھاری آواز میں کہتا ہوا تیزی سے دروازے

کی طرف بڑھا۔

دانیال کو اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

عبدل نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا۔ سلطان بھی اس کے پیچھے آگیا تھا

۔

NOVEL HUT

ان کے سامنے دانیال ملک کھڑا تھا۔ سلطان کو چند لمحے لگے تھے اسے

پہچاننے میں۔

پھر وہ مسکراتا ہوا دانیال کی جانب بڑھا۔

" ارے دانیال تم یسریٰ کے دوست ہو نہ۔یہاں کیسے "

" وہ ۔۔۔ وہ۔ میں یسریٰ ۔ ۔۔۔ یسری" دانیال سے الفاظ ادا نہیں

ہو رہے تھے۔

"کیا وہ وہ لگائ ہے" سلطان نے کہتے ہوئے دانیال کے کندھے پر ہاتھ رکھا

۔

دانیال کے پورے وجود میں کرنٹ دھوڑا۔

" اووہ کہیں تم نے کچھ سنا تو نہیں" سلطان نے اسی مسکراہٹ سے پوچھا

۔ اس کی آنکھوں میں موجود تپش دانیال صاف دیکھ سکتا تھا۔

کندھے پر موجود گرفت میں زور آرہا تھا۔

" ن۔ن۔نہیں ۔۔۔۔۔۔کچھ نہیں سنا" دانیال نے بے اختیار کہا۔

اسے اپنا کندھا ٹوٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

داؤدبیگ خاموشی سے سارا منظر دیکھ رہے تھے۔

NOVEL HUT

" شاباش۔ تم نے کچھ سنا بھی نہیں ہے۔ اب جاؤں" سلطان نے اس کا

کندھا آزاد کرکے اس کا چہرہ تھپک کر کہا۔

دانیال بھاگنے والے انداز میں وہا سے گیا تھا۔

اس کے جاتے ہی سلطان دروازہ بند کر کے آفس میں آیا ۔

" سر مجھے نہیں لگتا ہمیں اس پر بھروسہ کرنا چاہیے ۔ یہ منہ ضرور کھولے گا "

عبدل نے کہا ۔

"تو منہ بند کردوں سالے کا ۔" سلطان نے تیز لہجے میں کہا ۔

داؤد بیگ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی ۔

جبکہ عبدل سر ہلاتا کمرے سے چلا گیا ۔

NOVEL HUI

کراچی میں شام ڈھل رہی تھی ۔ ہر طرف اندھیرا پھیل رہا تھا ۔

دانیال نے تیزی سے بائیک سٹارٹ کی۔ ساتھ ہی وہ ایک ہاتھ سے مسلسل یسریٰ کو فون کر رہا تھا۔

بائیک اب سڑک پر روا تھی۔ دانیال کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔

دوسری طرف مال میں پھرتی یسریٰ اس بات سے انجان کے پرس میں موجود اس کا فون بج رہا ہے زونیرا سے باتوں میں مصروف تھی۔

شہر کی پر رونق سڑکوں پر رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ دانیال ملک اپنی موٹر سائیکل پر تیز رفتاری سے سوار تھا، جیسے وقت کو مات دینے کی کوشش کر رہا

ہو۔ اچانک، دو سیاہ گاڑیاں اس کے دائیں اور بائیں طرف آکر اس کے راستے کو روک لیتیں ہیں۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، اور ایک خوفناک سایہ اس کے چہرے پر چھا گیا۔

سیاہ شیشوں والی گاڑیاں خاموشی سے اُس کے قریب آئیں اور اُس کی موٹر سائیکل کو دبوچنے لگیں۔ اُس کے پاس بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ گاڑیوں سے نکلنے والے آدمیوں نے اُس کو آنکھوں ہی آنکھوں میں دھمکی دی اور ایک سنسان سڑک کی طرف اشارہ کیا۔

دانیال کا دل جیسے سینے سے باہر آرہا تھا۔ اُس نے کانپتے ہاتھوں سے بائیک کے ہینڈل پکڑے اور گاڑیوں کی ہدایت کے مطابق اُس سنسان سڑک کی

طرف بڑھ گیا۔ اس سڑک پر ہر طرف ویرانی کا راج تھا، اور درختوں کے سایے میں موت کا سکوت چھایا ہوا تھا۔

جب وہ اس ویران سڑک کے آخری سرے پر پہنچا، تو گاڑیاں رک گئیں۔ آدمیوں نے اُسے نیچے کھینچا اور اُس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ ایک بھیانک خاموشی چھا گئی، جیسے ہوا بھی تھم گئی ہو۔ ایک آدمی نے اپنی جیب سے پستول نکالی اور اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نشانہ بنایا۔ ان میں سے ایک فرد کے ہاتھ میں فون تھا اور وہ یہ سب ریکارڈ کر رہا تھا۔ دوسری جانب موجود سلطان یہ سب اپنی سکرین پر سانس روکے دیکھ رہا تھا ۔ دانیال نے لرزتے ہوئے ایک آخری التجا کی

NOVEL HUT

"مجھے چھوڑ دو، میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ میں جانتا ہوں تم سب کو ان لوگوں نے بھیجا ہے۔ پلیس مجھے جانے دو۔ خدا کے لیے"، مگر کوئی رحم نہیں کیا گیا۔

پستول کی گولی کی آواز گونجی اور دانیال کی چیخ ایک ہی لمحے میں ختم ہو گئی۔ اُس کا جسم زمین پر گرا، اور خون کی ایک لکیر سڑک پر بہنے لگی۔ درختوں کے پتوں نے اُس خون کی بو کو اپنے اندر جذب کر لیا، اور فضا میں موت کا سایہ چھا گیا۔

گولی پیٹ پر لگی تھی۔

NOVEL HUT

دانیال ملک نے اس لمحے قرار کیا تھا کہ اس سے زیادہ تکلیف اسے زندگی میں کبھی محسوس نہیں ہوئ۔ ایک آنسوں اس کی دائیں آنکھ سے نکلا اور اس کی کنپٹی میں جذب ہوگیا۔

عبدل خان نے پستول کا رخ اس کی ٹانگ کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔

دانیال کو ایک اور جھٹکا لگا۔

دانیال ملک کو اندازہ نہیں تھا کہ موت اس سے اتنی جلدی آجائیں گی۔

وہ مسلسل سانس لینے کی کوشش کر رہا تھا۔

جب اسے قریب سے آواز آئی۔

"یہاں کی سی سی ٹی وی ڈلیٹ کردو"

تبھی ان کا دوسرا ساتھی بولا۔" سریہاں تو کوئی سی سی ٹی وی کیمرہ نہیں ہے۔ اتنی سنسان جگہ پر کیمرہ کیو ہوگا۔"

اس کے جواب میں دوسرا کہہ رہا تھا ۔

" پھر بھی ارد گرد کے کیمرہ چیک کرلو ۔ تمہیں داؤد سر کا پتہ ہے نہ " آوازیں دور جا رہی تھی ۔ گاڑی کے دروازے کھولنے اور بند کرنے کی آواز آئی ۔ اور پھر گاڑی روا ہو گئی ۔

اس کے بعد اسے کچھ سنائی نہیں دیا ۔ وہ ہوش میں رہنے کی مکمل کوشش کر رہا تھا ۔

اس نے اپنے دائیں جانب دیکھا تو خون کی ایک بڑی لہر اس کے جسم سے نکلتے ہوئے سڑک پر پھیل رہی تھی ۔

اسے خون سے ڈر لگتا تھا ۔

بے اختیار اس نے چیخنا شروع کیا ۔ خوف سے وہ لرز رہا تھا ۔ اس کا بے جان ہوتا جسم اس سڑک پر تڑپ رہا تھا ۔

خون اس کے قریب آتا جارہا تھا ۔

منظر دھندلا رہے تھے

خون کی لکیر اب خون کی ندی بن رہی تھی ۔ آہستہ آہستہ دانیال کو اپنے جسم سے جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی ۔

کیا موت اتنی اذیت ناک ہوتی ہے ؟

NOVEL HUT

یہ منظر ہے یسریٰ قریشی کے بے ترتیب کمرے کا ۔ وہ ابھی بھی صبح کے کپڑوں میں ملبوس تھی ۔ وہ بیڈ پر بیٹھی گہرے گہرے سانس لے رہی تھی ۔ اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے ۔

جو خبر اسے ملی تھی وہ بہت تکلیف دہ تھی۔

زیان پاشا ہسپتال میں تھا۔ اگر اسے آج کے آج ڈونر نہ ملا تو وہ اس دنیا سے چلا جائیگا۔

یہ خیال ہی یسریٰ قریشی کی جان لے رہا تھا۔

اسے ٹھنڈے پسینے آرہے تھے۔چند اور گہرے سانس لینے کے بعد وہ اٹھی اور باتھروم میں چلی گئی۔ جب وہ باہر آئی تو کپڑے تبدیل تھے۔ بھورے رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس۔ چہرہ اور ہاتھ گیلے تھے۔

NOVEL HUT

اس نے آگے بڑھ کر صوفے سے جائے نماز اٹھائی اور نماز کے لیے نیت کی۔ دو رکعت نفل حاجت۔

سلام پھیر کر اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو سارے الفاظ دم توڑ گئے ۔ نیلی آنکھوں سے آنسوں روا ہو گئے ۔

اس نے بے اختیار سر سجدے میں رکھ لیا ۔

وہ رو رہی تھی ۔ اس کی ہچکیاں بندھ رہی تھی ۔

زبان سے الفاظ جاری تھے ۔

" اللہ پلیس اسے بچالیں ۔ اللہ پلیس میرے شوہر کو زندگی دیں دے ۔ اللہ پلیس۔ وہ معصوم ہے اس سے بچالے۔ ماموں اس کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ میں بھی نہیں" آنسوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔

دوسری طرف ہاسپٹل کے بستر پر لیٹا زیان پاشا ۔ جو ویلٹینیٹر پر تھا ۔ اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ۔ خود کو اللہ کے حوالے کیے ہوئے تھا ۔

ارد گرسے مشینوں کی آوازیں گونج رہی تھی ۔

دروازے سے اسے دیکھتے ہوئے برہان کی آنکھوں سے آنسوں نکل رہے تھے ۔ اپنے جان سے پیارے بھائی کو اپنی آنکھوں کے سامنے جاتا دیکھنا بہت تکلیف دہ تھا ۔

اندھیرے کمرے میں قید ڈرا سہما بارہ سال کا بچہ روتے ہوئے اپنے بھائی کے لیے دعائیں کر رہا تھا ۔

ہسپتال کے پریئر روم میں سجدے میں گرے عثمان پاشا مسلسل اللہ سے اپنے بیٹے کی زندگی مانگ رہے تھے ۔

نیم اندھیرے میں گھریں آفس میں پاور سیٹ پر موجود شخص کا چہرہ واضح نہیں ہو رہا تھا۔

لیکن پھر جیسے ہی اس نے کھڑکی کی طرف کرسی کا رخ کیا تو شکل واضع ہوئ ۔

داؤد بیگ جنہوں نے مسکراتے ہوئے اپنے سامنے کھڑے عبدل خان کو دیکھا۔

پیچھے دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے سلطان بیگ کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا رہا تھا

ایمبولینس کی گھنٹی ہسپتال کے بیرونی حصہ میں گونج رہی تھی، جیسے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی ہوں۔ خون میں رنگا ہوا اسٹریچر، جس میں مریض کو

لے کر بھاگا جا رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر تکلیف اور درد کی جھلکیاں تھیں، مگر آنکھوں میں ایک عجیب سا درد تھا۔

ہسپتال کے ہال میں، سفید کوٹ پہنے ڈاکٹروں کی بھاگ دوڑ تھی۔ مریض کو فوری طور پر ایمرجنسی روم میں لے جایا گیا۔ ڈاکٹروں نے تیزی سے زخموں کا معائنہ شروع کیا، مگر اُس مریض کی سانسیں دھیرے دھیرے کمزور ہو رہی تھیں۔

NOVEL HUT

خون آلود جسم جس پر دو گولیاں لگیں تھی۔ ڈاکٹر اور نرسیں مسلسل خون روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔
ڈاکٹر سرجری کی تیاری کر رہے تھے۔

اچانک، دانیال ملک نے اپنی تمام تر قوت جمع کی اور ڈاکٹر کے ہاتھ کو تھام کر کہا، "میں مرنے والا ہوں... میری آخری خواہش ہے۔۔۔ ہے کہ۔۔۔ کہ میرا دل ایک خاص شخص، زیان پاشا کو عطیہ کر دیا جائے۔"

کیا لوگوں کی دعائیں اس طرح قبول ہوتی ہیں؟

ڈاکٹر حیرت سے اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ دانیال نے اپنی آنکھوں میں درد اور بے بسی کے جذبات لیے کہا، "وہ شخص اس وقت میرے لیے بہت اہم ہے۔۔۔ اس کا۔۔۔ اس کا زندہ رہنا بہت۔۔۔ بہت ضروری

ہے.... براہِ کرم، میرا دل اُسے دے دینا۔" دانیال اٹکتی ہوئ سانسوں کے ساتھ بمشکل کہ پا رہا تھا۔

ڈاکٹروں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ جانتے تھے کہ وقت کم ہے، مگر اُس شخص کی آخری خواہش کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے فوراً اقدامات شروع کر دیے۔

"زیان پاشا کون ہے؟" ایک ڈاکٹر نے نرمی سے پوچھا۔

" میرے ۔ میرے فون میں ایک نمبر برہان کے نام سے ۔آپ اسے بتا دیں بس ۔۔۔ اور ہاں ۔۔۔ سرجری ۔۔۔۔ سرجری شروع ہونے کے بعد

میرے گھر والوں کو اطلاع کرنا ورنہ وہ ۔۔۔۔ وہ سرجری ۔ ہونے نہیں دیں گے " آکسیجن ماسک کے باوجود سانس نہیں آرہی تھی ۔

" اس سے کہنا ۔ کہنا کہ میرے دل کے راز کو جانے "

تب تک نرس برہان کو فون کر چکی تھی ۔

" ٹھیک ہے آپ ریلیکس رہے آپ جیسا کہ رہے ہیں ویسا ہی ہوگا " ڈاکٹر نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ۔

دانیال کے سارے منظر دھندلا رہے تھے۔ آنکھوں کے سامنے نیلی آنکھوں والا پُرکشش چہرہ لہرایا۔ دانیال نے مسکرانے کی کوشش کی۔ پھر کانوں میں ایک آواز گونجی"I'm already married" دانیال ملک کی سانسیں رک گئیں تھی۔

تبھی ایک دم ہسپتال کے اس کمرے میں کہرام مچ گیا۔ دانیال ملک جا چکا تھا۔ ڈاکٹر نے ایک آخری کوشش کی۔ لیکن وہ اب جا چکا تھا۔
آج ایک اور روح دنیا سے پرواز کر چکی تھی۔

اب ڈاکٹروں کو اس شخص کی آخری خواہش پوری کرنی تھی۔

NOVELHUT

وہ بھاگ رہا تھا۔ اس کے قدم بے جان ہو رہے تھے۔ جو سنا تھا وہ ناقابلِ یقین تھا۔ اس کا تنفس پھول رہا تھا۔ وہ اسی ہسپتال میں تھا۔ وہ سیڑھیوں کی مدد سے گراؤنڈ فلور پر بھاگتے بھاگتے آیا تھا۔

کانوں نے جو سنا تھا اسے دل قبول نہیں کر رہا تھا۔ لیکن اب جب وہ اس کے سامنے تھا۔ تو اس نے دعا کی کہ کاش وہ اندھا ہوتا۔ اسے یہ منظر نہ دیکھنا پڑتا۔

کانوں کے سنے کو دل نے یقین نہیں قبول کیا تھا۔ لیکن آنکھوں کا دیکھا منظر دل نے نقش کر لیا تھا۔

برہان عاصف نہیں جانتا تھا کہ وہ تڑپ رہا ہے یہ مر رہا ہے۔

اس کے سامنے اس کے جان سے پیارے دوست دانیال ملک کی لاش تھی۔

کیا زندگی اتنی غیر موقع ہوتی ہے ؟

ڈاکٹر اسے کچھ کہہ رہے تھے۔ اسے گولی لگی تھی ۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی ۔ بس یہ الفاظ سمجھ آئیں تھے کہ "دانیال ملک کی آخری خواہش تھی کہ اس کا دل زیان پاشا کو دے دیا جائے" یہ الفاظ برہان عاصف کو ہالا گئیں تھے ۔

وہ اپنا سر پکڑتے ہسپتال کے سفید فرش پر بیٹھ گیا تھا ۔

اس کے آنسو رک نہیں رہے تھے ۔

وہ کب سے اپنے ایک دوست کی زندگی مانگ رہا تھا اور اس کو زندگی ملی بھی تو اس کے دوسرے دوست کی موت سے۔

قدموں کی آوازیں قریب آرہی تھی۔ برہان نے سر اٹھایا تو سامنے آنسوؤں سے تر چہرہ لیے عثمان پاشا موجود تھے۔

انہیں اس نے ہی اطلاع دی تھی۔

اس نے خاموشی سے انہیں اندر جانے کا اشارہ کیا تو وہ اس طرف بھاگے

۔

NOVEL HUT

اندھیری رات کے سناٹے میں، شہر کے سب سے بڑے ہسپتال کی روشنیوں کے نیچے، ایک اہم آپریشن کی تیاری ہو رہی تھی۔ سرجن اپنے

سرجیکل اسکربس میں ملبوس، اپنے دلوں میں دعا لئے، ایک نئے دل کی پیوندکاری کے لئے تیار کھڑے تھے۔

سرجری شروع ہوچکی تھی۔ اب برہان کو ایک پر سکون گھر میں ایسی اطلاع دینی تھی جسے کہتے ہوئے بھی اس کے لب تھر تھرا رہے تھے۔

فون کی گھنٹی جارہی تھی۔ دوسری گھنٹی پر ہی فون اٹھا لیا گیا۔

" ہیلو برہان بیٹا کیسے ہو " ہنیف ملک کی شفیق آواز گونجی۔

" انکل آپ اس وقت فوراً ہسپتال آجائیں۔ دانیال ہسپتال میں ہے "

ہسپتال کا نام بتا کر اس نے فون کاٹ دیا اس سے زیادہ وہ ان کے سوالوں کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔

یسریٰ جائے نماز پر بیٹھی تھی جب دروازہ کھول کر جویریہ قریشی اندر آئیٔ۔

" ہماری دعائیں قبول ہوگئیں ہیں۔ زیان کو ڈونر مل گیا ہے " یہ الفاظ یسریٰ قریشی کے لیے رحمت بن کر آئیں تھے۔

آنسوؤں سے تر چہرے پر مسکراہٹ آئیٔ تھی۔

"کون ہے جس نے دیا"

"یہ تو نہیں معلوم۔ ہسپتال میں ایک لڑکا مر رہا تھا اس کی آخری خواہش تھی کہ اس کا دل ڈونیٹ کر دیا جائے۔ تو ڈاکٹروں نے وہ زیان کو دے دیا" جتنا انہیں معلوم تھا انہوں نے بتا دیا۔

" اوہ اللہ اس انسان کو اس کا اجر دے " یسریٰ نے آسودگی سے کہا۔

"ہاں بڑا ہی کوئ نیک انسان ہوگا۔ اللہ اس کی مغفرت فرمائے"

"ماما ہسپتال چلتے ہیں" یسریٰ نے بے اختیار کہا۔

"نہیں ابھی ویسے بھی سرجری چل رہی ہے وہ صبح تک چلے گی ہمارا جانا بے کار ہے۔ صبح ہی جائیں گے" وہ کہہ کر چلی گئی۔

"مجھے خوش ہونا چاہیے لیکن۔ میں ہو کیو نہیں رہی۔ دل اتنا بے چین کیو ہو رہا ہے۔ سب ٹھیک تو ہے" وہ خودکلامی کر رہی تھی۔

ایک عجیب سا بوجھ اسے اپنے دل پر محسوس ہو رہا تھا۔

تبھی اس نے اپنا فون دیکھا تو دانیال کی ان گنت مس کالس دیکھ کر حیرانی رہ گئی۔

ملک ہاؤس میں اس وقت اضطراب پھیلا تھا ۔ نیہا ٹی شرٹ ٹراؤزر میں ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہی تھی ۔ ۔

اس نے بابا کو اتنا کہا اس سے ساتھ لے جائیں لیکن وہ نہیں مانے ۔ اب ایک گھنٹہ ہوگیا تھا اور وہ آئے نہیں تھے ۔

آپریشن تھیٹر کی مدھم روشنی میں، ہوا میں نسوں کی ٹھنڈک اور اُمیدوں کی گرمی گھلی ہوئی تھی۔ سرجن کے ہاتھ، جنہوں نے کتنے ہی جانیں بچائی تھیں، آج پھر ایک نازک جان کے لئے میدان میں اترنے کو تیار تھے۔ مریض کے دل کی دھڑکن، جو زندگی کی آخری سرحد پر کھڑی تھی، بس کچھ لمحوں کی مہلت میں تھی۔

"چاقو!" ایک سرجن کی آواز گونجی۔ نرس نے ایک چمکدار آلہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ "شروع کریں!" آپریشن کی پہلی ضرب لگی، اور ایک نئے سفر کا آغاز ہوا۔

یہ دل، جو کسی اور کے سینے میں دھڑکتا تھا، اب ایک نئے جسم میں زندگی بھرنے کو تیار تھا۔ سرجن نے محبت اور محنت کے ساتھ، نازک نسوں کو جوڑنا شروع کیا۔ ہر سلائی، ہر جوڑ، محبت کا ایک پیغام تھا، جو موت کو مات دینے کے لئے بُنا جا رہا تھا۔

ہسپتال کے مردہ خانے کے باہر اس وقت سٹریچر پر ایک بے جان جسم موجود تھا۔ جس کے سینے میں دل موجود نہیں تھا۔

اس کے قریب دو شخص موجود تھے۔

دونوں ہی باپ تھے۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے روبرو تھے۔ دونوں کی آنکھوں میں آنسوں تھے۔

لیکن فرق یہ تھا کہ ایک کی آنکھوں میں غم کے آنسوں تھے اور دوسرے کی آنکھوں میں خوشی کے۔

ایک نے اپنے جوان بیٹے کو کھو دیا تھا۔

اور ایک نے اپنے جوان بیٹے کو حاصل کر لیا تھا۔

کتنی عجیب ہوتی ہے یہ زندگی ۔ کب ، کہا ، کیسے بازی پلٹ دیتی ہے انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا ۔

ہنیف ملک بھوجل قدموں کے ساتھ پلٹے اور اپنے بیٹے کی میت کو ایمبولینس میں لے جانے لگے ۔

برہان ان کے پیچھے جا رہا تھا جب اسے عثمان پاشا نے آواز دی ۔

" تم انکے ساتھ جاؤں گے "

" اس وقت انہوں نے اپنا بیٹا کھویا ہے انہیں میری ضرورت ہے ۔ آپ نے اپنا بیٹا حاصل کر لیا ہے آپ سب سنبھال سکتے ہیں" کہہ کر وہ ان کے پیچھے بھاگا ۔

جیسے ہی نیا دل اپنی جگہ پر آیا، ایک لمحے کے لئے وقت تھم سا گیا۔ ہر کوئی سانس روک کر دیکھ رہا تھا، امید اور خوف کے درمیان جھولتا ہوا۔

اور پھر،

ایک دھڑکن۔

پھر دوسری۔

اور ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا۔

تھیٹر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، جیسے خزاں کے بعد بہار آگئی ہو۔

نیہا کا دل مسلسل گھبرا رہا تھا۔ تبھی باہر سے ایمبولینس کی آواز آنی شروع ہو گئی۔

دروازہ کھلنے کی آواز میں وہ ننگے پاؤں صحن کی طرف بھاگی۔ دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو رہی تھی۔

ہنیف ملک جھکے ہوئے کندھوں کے ساتھ مین گیٹ کھول رہے تھے۔

گیٹ کھلتے ہی ایمبولینس کی گاڑی سے لوگ اترے اور ایک سٹریچر باہر نکالا۔

وہ نہ میں سرہلا رہی تھی۔ " ایسا نہیں ہوسکتا" وہ خود سے کہہ رہی تھی۔

عزمت صجبہ جو اس کے پیچھے باہر آئ تھی ایمبولینس کی ٹیم کو صحن میں سٹریچر رکھتے دیکھ انہوں نے بے اختیار سینے پر ہاتھ رکھا۔

نیہا نے لڑکھڑاتے ہوئے قدم سٹریچر کے طرف بڑھائے۔

" شرم نہیں آتی غیر قانونی کام کرتے ہوئے"

ایک اور قدم بڑھایا۔ دل بند ہونے والا تھا جیسے۔

"تجھے تو میں بتاتا ہوں بہت تیز ہوگیا ہے"

ننگے پاؤں ٹھنڈے فرش پر رکھنے سے اسکے سارے جسم میں سنسنی محسوس ہورہی تھی۔ ایک آنسو اس کی آنکھ سے پھسلا تھا۔

ہائے کیسا کیسا زمانہ آگیا ہے۔ لوگ کیسے غیر قانونی طریقے سے اپنا پوکٹ منی نکالتے ہیں" دانیال نے ایک اور طانہ مارا۔ آنکھوں میں شرارت تھی۔

برہان نے آگے بڑھ کر کپڑا پیچھے کیا تو دانیال ملک کا مردہ چہرہ نظر آیا۔

"اس کا۔ اس کا نکاح۔ نکاح ہو چکا ہے۔ اس کو مجھے بتانا چاہیے تھا"

اس وقت اس کے چہرے کا رنگ سفید ہوچکا تھا۔ ہونٹ جامنی ہوگئے تھے۔ آنکھیں بند تھی۔

اور۔۔۔

اور اس کے منہ میں اور ناک میں روئ ڈالی ہوئیں تھی۔

یہ نیہا کا دانی نہیں تھا۔یہ تو دانیال کی میت تھی۔

عزمت صاحبہ بے ہوش ہوگئیں تھی۔گلی کی مسجد میں ایلان ہو رہے تھے ۔جنازے کا وقت بتایا جا رہا تھا۔عورتیں اکٹھی ہو کر وین ڈال رہی تھی۔ برہان بھاگ بھاگ کر سارے انتظامات کر رہا تھا۔ہنیف ملک سر جھکائے سدمے میں بیٹھے تھے۔ارباز خاموشی سے کونے میں کھڑا یہ عجیب سا ماحول دیکھ رہا تھا۔ایک دم سے اس کے گھر میں کیا ہوگیا تھا۔اسے تو صبح سکول جانا تھا۔دانی بھائی کو کیا ہوا تھا۔اس کا معصوم دماغ یہ سب برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

وہ بے حس و حرکت دانیال کے پاس بیٹھی اس کے چہرے کو دیکھی جا رہی تھی۔

وہ رو نہیں رہی تھی ۔

عورتیں اسے مجبور کر رہی تھی کہ وہ روئے لیکن وہ رو نہیں رہی تھی۔

وہ تو اس میت میں اپنے دانی کو تلاش کر رہی تھی ۔

"نیہا تمہارا بہت شکریہ ۔ تم میری بہت پیاری بہن ہو "

اس کے آخری الفاظ ابھی تک اس کے کانوں میں گونج رہے تھے ۔

رات کے تین بجے ملک ہاؤس میں ایک جوان لڑکے کی میت پڑی تھی ۔

یسریٰ کی پریشانی بھرتی جارہی تھی ۔ دانیال کا نمبر بند آرہا تھا اور نیہا فون نہیں اٹھا رہی تھی ۔

تھک کر اس نے برہان کو کال کی۔

اور جو اطلاع اسے برہان نے دی تھی وہ یسریٰ قریشی پر کوئی پہاڑ بن کر ٹوٹی تھی۔

NOVEL HUT

باب پنجم : صدائیں قلب

وہ مسلسل آنکھیں کھولنے کی جدو جہد کر رہا تھا۔ اس کے سامنے سفید چھت تھی۔اسے کافی حیرانی ہوئی۔

"میں قبر میں نہیں ہوں؟" بے اختیار اس نے سوچا۔

کہنے کی سکت نہیں تھی اس میں۔ سر اتنا بھاری ہو رہا تھا کہ وہ اسے حرکت نہیں دے پا رہا تھا۔ اسے اپنے سینے میں درد کی ٹیسے اٹھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ ہلک میں عجیب سی نالیاں محسوس کر رہا تھا، جس کی وجہ سے وہ کچھ کہہ نہیں پا رہا تھا۔ جسم سن ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں عجیب سی جلن

محسوس ہورہی تھی ۔ منظر پھر سے دھندلا رہا تھا ۔ وہ اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کر رہا تھا ۔ لیکن کھول نہیں پا رہا تھا ۔

جب اچانک اس کی آنکھیں کھل گئیں ۔ اب وہ اپنے پیروں پر کھڑا تھا ۔ نہ سینے میں درد تھی اور نہ ہی ہلک میں کوئ نالی ۔ وہ چل پا رہا تھا ۔ اس نے حیرانی سے خود کو دیکھا ۔ وہ سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھا ۔

"تو کیا میں مر گیا ہوں اور جنت میں آگیا ہوں" اس نے پھر سے سوچا ۔

" نہیں تم مرے نہیں ہو " ایک نسوانی آواز گونجی ۔ اس نے بے اختیار ارد گرد دیکھا ۔ چاروں طرف اندھیرا تھا لیکن ایک طرف سے روشنی آرہی تھی ۔

وہ بے اختیار اس روشنی کے جانب بڑھا ۔ روشنی تیز ہوتی جارہی تھی ۔ اتنی کہ اس کی سنہری آنکھیں چندھیا رہی تھی ۔

اس نے بے اختیار اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ جب اسے سامنے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔

تیز روشنی میں وہ دیکھ نہیں پا رہا تھا۔

"کون ہے وہاں ؟"

تبھی سامنے موجود انسان پلٹا۔

تیز روشنی اس کے چہرے پر پر رہی تھی۔ اتنا نورانی چہرہ زیان پاشا نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اتنی خوبصورت عورت اس نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

وہ زیادہ دیر ان کے چہرے پر نظر نہیں ٹکا پا رہا تھا۔ اس لیے نظریں جھکا لی

۔

سامنے موجود عورت جس نے سفید لباس پہنا تھا۔ وہ عجیب سا لباس تھا

۔ زیان اسے نام نہیں دے پارہا تھا۔ سفید گاؤن نما جو پیروں میں جھول رہا

تھا۔ اس خوبصورت عورت کے چہرے پر ایک نرم مسکراہٹ تھی۔

اس کی آنکھوں میں محبت تھی۔ زیان پاشا کو وہ عورت کوئ پری لگ رہی

تھی۔

"میں زندہ کیسے ہوں ؟" اس نے تعجب سے سوال کیا۔

"کیونکہ تمہیں رازِ قلب سے نوازا گیا ہے" اس عورت کی آواز بھی بہت

میٹھی تھی۔

"رازِ قلب ؟" اس نے دہرایا۔

"ہاں رازِ قلب ، اب تمہیں اس راز تک پہنچنا ہے اور اپنے قلب کی صدا

سننی ہے"

NOVEL HUT

"یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں، مجھے سمجھ نہیں آرہی"

"آجائیں گی سمجھ، ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا، یہ قلب تمہارے پاس امانت ہے۔ اس میں موجود راز کی ذمےداری تمہاری ہے، تمہیں اس امانت کی حفاظت کرنی ہے"

"لیکن۔ میں یہ سب کیسے کروں گا؟"

"تم اکیلے نہیں ہو۔ بہت ساتھی ہے تمہارے۔ تم سب مل کر اس راز تک پہنچوں گے" اچانک ایک پراسراریت سی آگئی تھی ان کے لہجے میں۔

"راز جان کر میں کیا کرلوں گا؟" اسے یہ سب عجیب لگ رہا تھا۔

اس کے سوال پر ایک مسکراہٹ آئی تھی ان کے چہرے پر۔

"صدائیں قلب سنو" کہہ کر وہ پلٹ گئیں۔

NOVEL HUT

" رکے آپ کہا جا رہی ہیں ۔ میں واپس کیسے جاؤں ؟" اس نے آواز دی ۔
جس پر وہ رکی ۔ لیکن پلٹی نہیں ۔
" یہ ایک خواب ہے ، تم جلد حال میں پہنچ جاؤں گے " کہہ کر وہ چلی گئی ۔
وہ حیرانی سے انہیں جاتا دیکھ رہا تھا ۔

اچانک منظر بدل گیا ۔ اس نے بے اختیار اپنے ارد گرد دیکھا ۔ اوپر موجود چھت کا رنگ اب سفید نہیں تھا ۔ اب اس چھت کا رنگ سکن بیج تھا ۔
جہاں ایک پنکھا لگا تھا جو گول گول گھوم رہا تھا ۔
اب اس کے ہلک میں کوئ نالی نہیں تھی ۔ چہرے پر آکسیجن ماسک لگا تھا ۔ اس کے سامنے کوئ موجود تھا ۔ اس کا چہرہ دھندلا تھا ۔ شائد وہ کوئ نرس

NOVELHUT

تھی ۔ وہ اس سے کچھ کہہ رہی تھی ۔ لیکن زیان تک اس کی آواز نہیں پہنچ رہی تھی ۔

منظر ایک دفع پھر دھندلا گیا ۔

NOVEL HUT

ملک ہاؤس میں افسوس کا سما تھا ۔ چار دن پہلے یہاں سے ایک جوان لڑکے کا جنازہ اٹھا تھا ۔

دور دراز سے آنے والے رشتہ دار جا چکے تھے ۔ لیکن کچھ قریبی رشتہ دار ابھی بھی موجود تھے ۔

ان چار دنوں میں کافی کچھ بدل گیا تھا ۔ ہنیف ملک ضرورت سے زیادہ کمزور ہوگۓ تھے ۔ عزمت صاحبہ چار دنوں سے پاگلوں جیسی ہوگئ تھی ۔ انہیں گہرا صدمہ پہنچا تھا ۔ ساری ساری رات روتی رہتی ۔ اپنے بیٹے کی چیزے پکڑ کر چیختی رہتی ۔ اتنی بے قابو ہو جاتی کہ سارا محلہ اکٹھا ہو جاتا ۔ کسی سے سمبھالی نہ جاتی ۔ مشکل سے نیند کی دوا کھا کر کچھ گھنٹے سوتی ۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ یہ وقت کے ساتھ سمبھل جائیں گی ۔

دوسری طرف نیہا کو چپ لگ گئیں تھی ۔ وہ سارا دن ساری رات دانیال کے بیڈ پر لیٹی رہتی ۔ رات کو چھپ چھپ کے روتی ۔

ارباز کافی گم صُم ہوگیا تھا۔ وہ اتنا تو جانتا تھا کہ دانیال اس دنیا سے چلا گیا ہے۔ لیکن اب اسے یہ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کرنا کیا ہے۔ کیسا ردعمل ظاہر کرنا ہے۔ وہ اس طرح کا احساس پہلی دفع محسوس کررہا تھا۔ اکثر وہ بھی دانیال کو یاد کرکے رو پڑتا تھا۔

NOVEL HUT

ایسے میں جہا باہر کے سارے انتظامات برہان نے سنبھالے ہوئے تھے وہی یسریٰ سارا دن وہی رہتی۔

اس وقت نیہا دانیال کے بیڈ پر بیٹھی تھی۔ ٹانگے سینے سے لگائے وہ خلا میں دیکھ رہی تھی۔ تبھی کوئی خاموشی سے آکر اس کے سامنے بیٹھا۔

"نیہا کچھ کھا لوں یہ دیکھو میں تمہارے لیے کھانا لائ ہوں" یسریٰ نے پیار سے کہا۔

تبھی یسریٰ نے چمچ میں چاول لے کر نیہا کی طرف بڑھائے تو وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

یسریٰ کو دیکھتے ہی دانیال کا زخمی لہجہ نیہا کے ذہن میں گونجا۔

"کیا کہو؟ کہنے کو کچھ بچا ہے۔ مجھے تو خود پر غصہ آرہا ہے میں چار سال ایک شادی شدہ لڑکی سے محبت کرتا رہا" دانیال کی آنکھوں میں آنسوں تھے۔

اپنے بھائی کا ٹوٹا ہوا دل یاد آیا۔

" وہ ۔ اس کا ۔ اس کا نکاح ۔ نکاح ہو چکا ہے " دانیال کی آنکھوں سے آنسوں نکلنے شروع ہو گئیں تھے ۔

" اس کو مجھے بتانا چاہیے تھا "

دانیال کا آنسوؤں سے تر چہرہ اس وقت نیہا کے دماغ میں لہرا رہا تھا ۔

یسریٰ نے چاول والا چمچ اس کی طرف بڑھایا ۔

" ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم آج نہ جاؤں "

" نہیں نیہا مجھے ابھی جانا ہو گا "

الفاظ گڈمڈا رہے تھے۔

"نیہا" یسریٰ کے پکارنے پر وہ حال میں واپس آئی۔

"چلی جاؤں یہاں سے" نیہا کے کہنے پر یسریٰ حیران رہ گئی۔
"کیسی باتیں کر رہی ہو؟ چلو کچھ کھالو" ہاتھ ہنوز اس کے چہرے کے قریب تھا۔
تبھی نیہا نے ایک جھٹکے سے یسری کا ہاتھ پیچھے کیا۔ اس طرح کے چاولوں والا چمچ زمین پر گر گیا۔ چاول کے کچھ ذرے یسریٰ کے کپڑوں ہو بھی گرے تھے۔

وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کہاں نہ چلی جاؤں یہاں سے" نیہا پوری قوت سے چیخی تھی۔

نیہا بیڈ اسے اتری اور یسریٰ کا ہاتھ پکڑ کر ایک جھٹکے سے اسے کھڑا کیا۔یو اچانک کھڑے ہونے سے چاولوں سے بھری پلیٹ زمین پر گر چکی تھی۔

چاول ان دونوں کے پیروں میں بکھر گئے تھے۔

"نیہا تمہیں کیا ہوا ہے" بے یقینی واضح تھی۔

"مجھے کیا ہوا ہے یہ جاننے کا حق تمہارے پاس نہیں ہے۔ تم چلی جاؤں میرے گھر سے تمہاری وجہ سے میرا بھائی اس دنیا سے چلا گیا" چند لمحے وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ پھر جب اس کے دماغ نے یہ الفاظ پراسیس کیے تو اسے جھٹکا لگا۔

"میں ۔ میں کیسے ؟ تم کیا کہہ رہی ہو نیہا ۔ میں نے کچھ نہیں کیا "نیلی آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے تھے ۔

"تم نے ہی تو سب کیا ہے "نیہا کا لہجہ ٹوٹا پھوٹا تھا ۔ آنسوں کو صاف کرتی وہ پھر سے بولی ۔

"تم نے یہ کیا کر دیا یسریٰ ۔ میرے بھائی کے ساتھ ایسا کیوں کیا ؟" وہ اسے جھنجھوڑ رہی تھی ۔

"میں نے کچھ نہیں کیا ۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے " یسریٰ روتے ہوئے کہہ رہی تھی ۔

گھر میں موجود مہمان بھی اب وہاں جمع ہو گئے تھے ۔ وہ سب بڑی دلچسپی سے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے ۔

NOVEL HUT

" تم نے کیا کیا ہے ؟ ارے تم نے میرے بھائی کو دھوکا دیا ۔ میرے بھائی کا دل توڑا ۔ ارے وہ تو اپنے آخری لمحات میں بھی تمہارے لیے قربانی دے گیا ۔ اپنا دل تمہارے شوہر کو دے گیا ، تم پوچھتی ہو تم نے کیا کیا " نیہا کے الفاظوں پر وہاں موجود ہر عورت نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا ۔

عجیب سی سرگوشیاں شروع ہوگئ تھی وہاں پر ۔

" نیہا میں نے کچھ بھی جان کر نہیں کیا ۔ تم میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہی ہو ۔ ہم تو دوست ہیں نہ " ایک امید تھی نیلی آنکھوں میں ۔

" دوست تھے ۔ اب نہیں ہیں ۔ سنا تم نے ۔ اب ہم دوست نہیں ہیں یسریٰ قریشی" الفاظ تھے کہ تیر ۔ اتنی اذیت ناک ۔ نیلی آنکھوں میں امید کی کرچیاں واضح دیکھائی دے رہی تھی ۔

برہان کو جیسے ہی شور کی آواز آئ وہ بھاگتا ہوا نیہا کے کمرے میں آیا۔ لیکن وہاں کا منظر بتا رہا تھا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا ۔

" تم ایسا کیو؟" تکلیف سے پوچھا گیا ۔

" میرا بھائی تمہیں معاف کر سکتا ہے لیکن میں نہیں ، میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی یسریٰ قریشی ۔

میری بددعا ہے تم بھی ویسے تڑپو جیسے میرا بھائی تڑپا تھا جیسے میں تڑپ ۔ ۔

" نیہا ابھی کہہ رہی تھی جب یسریٰ نے روک دیا ۔

" نہیں خدا کے لیے نہیں ۔ مجھے بددعا نہ دو" وہ رو رہی تھی ۔

" تم پاگل ہوگئ ہو نیہا " برہان کہتے ہوئے ان کی طرف بڑھا۔

"ہاں ہوگئ ہوں ۔ لے جاؤں اسے یہاں سے "

"چلو یسریٰ" برہان نے یسری کو مخاطب کیا۔ لیکن وہ ابھی بھی بے یقینی سے نیہا کو دیکھ رہی تھی۔

"چلو" برہان یسری کا ہاتھ پکڑ کر تقریباً گھسیٹتے ہوئے اسے وہاں سے لے کر گیا

۔

چلتے ہوئے یسریٰ کو اپنی چاروں طرف سے سرگوشیاں سنائی دے رہی تھی ۔ کوئ اس کے قردار پر بول رہا تھا تو کوئ اسے نفرت آمیز نظروں سے گھور رہا تھا۔

NOVEL HUT

ان کے جاتے ہی نیہا لڑکھڑاتی ہوئی زمین پر بیٹھ گئ۔ آنسوں جاری ہو گئے تھے۔ وہ چاولوں کے زراعت کے اوپر ہی بیٹھ گئ تھی۔

کافی عورتیں اس کی جانب ہمدردی کے لیے بڑھی۔ لیکن وہ کسی کو اپنے پاس آنے نہیں دے رہی تھی۔

وہ کمرے میں داخل ہوئ تو زونیرا وہاں پہلے سے موجود تھی۔

"یسریٰ تم ٹھیک ہو؟" زونیرا اس کی حالت دیکھ کر حیران ہوگئ تھی۔

بکھرے ہوئے بال، آنسوؤں سے تر چہرہ، کپڑوں پر جابجا نشان اور جوتوں میں لگے ہوئے چاولوں کے زراعت۔

" اس نے کہا میں نے اسے مارا ہے۔ وہ میری وجہ سے مرا ہے "

"تم کس کی بات کر رہی ہو۔کس نے کہا؟کون" زونیرا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

"نیہا نے کہا کہ میری، میری وجہ سے مرا ہے دانیال" یسریٰ روتی ہوئی وہی زمین پر بیٹھ گئ تھی۔

زونیرا فوراً اس کے قریب گئ اور اسے سینے سے لگایا۔

"میں نے نہیں مارا، میرا کوئی قصور نہیں ہے" اس کی ہچکیاں بندھ رہی تھی۔

"اس نے دوستی توڑ دی آپی، اس نے مجھے چھوڑ دیا" زونیرا کے سینے سے لگی وہ لرز رہی تھی۔

"بس میرا بچہ، سنبھالو خود کو" زونیرا مسلسل اسے تھپک رہی تھی۔

یسریٰ اس سے الگ ہوئ۔اس کی نیلی آنکھوں میں سرخی آگئیں تھی۔

" آپ کو پتہ ہے نہ آپی میں نے ایسا کیوں کیا ۔ آپ کو پتہ ہے نہ میرے ساتھ سالوں پہلے کیا ہوا تھا ۔ کیو میں نے دانیال سے جھوٹ بولا "

"ہاں میری جان مجھے سب پتہ ہے "

" پھر وہ کیوں نہیں سمجھتے ۔ مجھے یہ احساس سونے نہیں دیتا کہ میں نے دانیال جیسے لڑکے کا دل توڑا ۔ اور اب یہ ۔ میں اس احساس کے ساتھ کیسے جیوگی کہ میں اس کی موت کی زمہ دار ہوں ۔ آپی اس نے مجھے بددعا دی میں تڑپو گی ۔ میں ایک دفع پھر کرسڈ بن گئ " وہ روتے ہوئے خود پر ہنس رہی تھی ۔

" آپی دانیال کیو چلا گیا ، وہ کیوں چلا گیا " وہ ایک دفع پھر رونا شروع ہو گئ تھی ۔ نیلی آنکھوں میں واضح تکلیف تھی ۔

" آپی دانیال ، دانیال کیو ، اگر وہ نا جاتا تو ، تو کبھی ایسا نہ ہوتا " وہ چیخ رہی تھی
۔

" بس یسریٰ ، اگر دانیال نہ جاتا تو زیان چلا جاتا " زونیرا نے اسے جھنجھوڑ کر کہا تو یسریٰ قریشی ساکت ہو گئیں ۔

" آپی " الفاظ ادا نہیں ہو رہے تھے ۔

" ہاں یسریٰ ، تمہیں یہ اکسیپٹ کرنا ہوگا ، اگر دانیال اس دنیا سے نہ جاتا تو آج تم بیوہ ہوتی اور زیان کا غم منا رہی ہوتی ، کسی ایک کو تو جانا تھا " کہتے ہوئے زونیرا کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں تھی ۔

یسریٰ نے بے اختیار اپنے سینے پے ہاتھ رکھا ۔

آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے تھے لیکن اس میں اب رونے کی بھی ہمت نہیں تھی ۔

"یہ کیسے ؟" نیلی آنکھوں میں کرچیاں ابھر رہی تھی ۔

"یہ کروا سچ ہے ، لیکن یہی حقیقت ہے ، دانیال کو تم سے اتنا عشق تھا کہ وہ جاتے ہوئے بھی تمہارے لیے قربانی دے گیا "

" افف دانیال " اس کو لگ رہا تھا کہ کوئی اس کی جان لے رہا تھا ۔

یہ احساس بہت تکلیف دہ تھا ۔

زونیرا نے اسے پھر سینے سے لگا لیا تھا ۔

" سنبھالو خود کو" وہ اسے دھیرے دھیرے تھپک رہی تھی ۔

آہستہ آہستہ اس کی ہچکیاں دم توڑ رہی تھی ۔ اب وہ بے آواز رو رہی تھی ۔

FROM NOVEL-HUT

If you are a writer and confused about where to publish

your novel , no worries . novel - hut is here.

to publish your contact us on instagram : novel_hut_ .

Enjoy reading !

NOVEL HUT

یہ منظر ہے ہسپتال کے پرائیویٹ کمرے کا۔ جہاں موجود مریض ایک معجزہ تھا۔ اور اس وقت وہ ہوش میں تھا۔

زبان بہت کمزور ہو گیا تھا۔ رنگت پیلی، ہونٹ اکڑے ہوئے، آنکھوں کے نیچے سیاہی، اور پہلے سے کمزور۔

وہ اس وقت لیٹا تھا۔ وہ ابھی کچھ دن ہل نہیں سکتا تھا۔

صبح سے انگنت لوگ اس سے مل کر جا چکے تھے۔ لیکن اسے صرف ایک انسان کا انتظار تھا۔ جو نہیں آئ تھی۔

وہ اپنے سامنے موجود اپنے بھائی، بابا اور دوست کو دیکھ رہا تھا جو باتیں کر رہے تھے۔ لیکن اس کا دماغ ابھی بھی اس عجیب خواب کی طرف تھا۔

وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کس شخص نے دل دیا ہے۔ اس نے کئ دفع پوچھنے کی کوشش بھی کی لیکن کوئ اسے بتا نہیں رہا تھا۔

اس کے خواب پر بھی کوئی یقین نہیں کر رہا تھا، ڈاکٹر کے مطابق یہ دوائیوں کا اثر ہے۔

لیکن وہ جانتا تھا کچھ تو غلط ہے۔

NOVEL HUT

پولیس افسر اس وقت درمیانے طبقے کے گھر کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

گھر کے اندر، موجود افراد کی آنکھوں میں تھکن اور بے بسی کی جھلک تھی، جیسے زندگی ان سے آگے بڑھ چکی ہو اور وہ کہیں پیچھے رہ گئے ہوں۔

ملک ہاؤس میں اس وقت عجیب سا ماحول تھا۔

کیونکہ اس گھر میں پہلی دفع پولیس آئ تھی ۔ چونکہ دانیال کی موت پولیس کیس تھا۔ اس لیے آج پولیس اپنی تفتیش مکمل کر کے آئ تھی ۔

افسر رؤف جن کے ساتھ دو ہولدار موجود تھے، انہوں نے سر جھکاتے ہوئے دروازے کی چوکھٹ پر قدم رکھا، کمرے کی فضا میں بوجھل خاموشی پھیل گئی۔ وہ چند لمحوں تک ان کے چہروں پر چھائے غم کو دیکھتا رہا، پھر دھیرے سے بولا،

"ہمیں آپ کے بیٹے دانیال کی موت کا بہت دکھ ہے ۔"

پھر اس نے ایک گہرا سانس لیا ۔

"ہمیں آج کچھ اور بتانا ہے، جو شاید آپ کے لیے مزید تکلیف دہ ہو۔"

عزمت صاحبہ نے اپنی نم آنکھوں سے اسے دیکھا، جیسے وہ جانتی ہو کہ اب کچھ بھی بدتر ہو سکتا ہے۔ ہنیف ملک نے افسردہ نگاہوں سے زمین کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا،

"کیا ہوا ہے؟"

افسر نے گہری سانس لی اور کہا،

"ہم نے تفتیش کے دوران آپ کے بیٹے کی موت کی وجہ کا پتا چلایا ہے۔ اس کے جسم پر جو زخم تھے، وہ گولی کے تھے۔ جیسے کہ آپ جانتے ہیں کہ اسے دو گولیاں لگیں تھی، وہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس کے ساتھ شدید تشدد کیا گیا تھا... ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اسے انتہائی بے دردی سے قتل کیا گیا۔"

وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔

پھر بولا ،

" دانیال ملک کا قاتل گرفتار ہو چکا ہے ، انویسٹیگیشن سے پتہ چلا ہے کہ قاتل دانیال ملک کا دشمن تھا ، مجرم کا بیان ہے کہ دانیال نے اس کے دو لاکھ دینے تھے جو اس نے جوئے میں ہارے تھے ، وہ ادھار دانیال ملک نے ایک سال سے واپس نہیں کیا تھا ، جس کے نتیجے میں مجرم نے دانیال ملک کو قتل کر دیا "

یہ سن کر عزمت صاحبہ کا جسم جیسے سن ہو گیا، ان کی آنکھوں میں ایک نئی وحشت نمودار ہوئی۔ ہنیف ملک کی آنکھیں بند ہو گئیں، جیسے اس درد کو اپنے اندر دبا لینا چاہتا ہو۔

نیہا نے تکلیف سے سانس روک لیا۔ برہان نے آنکھیں میچ لی۔

ان سب کو لگتا تھا کہ انہوں نے دانیال کو کھو دیا ہے تو اب دنیا میں اس سے زیادہ تکلیف دہ کچھ نہیں ہو سکتا، لیکن وہ غلط تھے۔

ان کے مرے ہوئے دانی پر جھوٹے بہتان سننا، اس سے کئی گناہ زیادہ تکلیف دہ تھا۔

کمرے میں ہوا کا گزر بھی رک گیا تھا۔ دانیال کے گھر والوں کے دلوں میں ایک اور زخم نے جگہ بنا لی تھی، ایک ایسا زخم جس کا درد کبھی ختم نہیں ہو سکتا تھا۔

افسر کی باتیں ان کے لیے ایک نیا عذاب لے آئی تھیں، جس میں ان کا بچہ اس بے رحم دنیا میں تنہا اور بے بس چھوڑ دیا گیا تھا۔

"یہ سب جھوٹ ہے، وہ شخص جھوٹ بول رہا ہے، کسی کا ادھار اور جوا تو دور، دانیال کی تو کسی سے دشمنی بھی نہیں تھی" برہان نے سنجیدگی سے کہا۔

"دیکھے یہ ایک بہت بڑی لڑائی بن سکتی، کیس اگر کورٹ میں چلا گیا تو یہ بات میڈیا میں پھیل جائیں گی، اور پھر لوگ آپ کے بے گناہ مرحوم بیٹے کی ذات پر کیچر اچھالے گے۔ یہ سب بہت بڑا ہوگا"

آفیسر رؤف نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں" برہان نے پوچھا۔

" میں کہنا چاہتا ہوں کہ مجرم کو تو ہم نے گرفتار کر لیا ہے ، اب آپ لوگ اس کیس کو ختم کردے ، تاکہ عزت سے یہ معاملہ ختم ہو جائے ، کیونکہ اگر مجرم کا بیان دنیا کے سامنے آگیا تو ، آپ لوگوں کو بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا "

" ایسے کیسے ختم کردے ، میرا بھائی بے قصور تھا ، تم سب ملے ہوئے ہو ، میں انصاف کے کر رہو گی " شدتِ جذبات سے نیہا کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا ۔

" ہمیں منظور ہے " ہنیف ملک کے ان الفاظوں نے سب کو چونکا دیا تھا ۔

"بابا" نیہا نے حیرانی سے کہا ۔

" آپ بہت سمجھدار ہے ، میں آپ کے فیصلے سے بہت خوش ہوں ، آپ کو کچھ پیپر ورک کے لیے ہمارے ساتھ پولیس سٹیشن آنا ہوگا" آفیسر رؤف نے خوشی سے کہا ۔ جس کام کے لیے اسے کہا گیا تھا اس نے وہ کرلیا تھا ،

" ٹھیک ہے پھر دیر کیسی چلتے ہیں" ہنیف ملک نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا ۔

" نہیں بابا آپ یہ کیا کر رہے ہیں ؟" نیہا کے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ یہ سب کیسے روکے ۔

" انکل آپ ایک دفع سوچ لے " برہان بھی اتنا ہی ساکت تھا ۔

"میں فیصلہ کرچکا ہوں، چلیے آفیسر" تھوڑی ہی دیر میں وہ سب جا چکے تھے
۔

عزمت صاحبہ ابھی تک خاموش آنسوں بہا رہی تھی۔
نیہا سر پکڑتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئیں۔ آنکھوں سے آنسوں روا ہو گئے تھے۔
اس کے معصوم بھائی پر کتنے گھٹیا الزامات لگا کر انہیں روکا گیا تھا۔

NOVEL HUT

اگر بیگ فیشن انڈسٹری کے سربراہی آفس میں دیکھا جائے تو اضطراب سے چکڑ کاٹتا سلطان نظر آئیں گا۔

سیاہ کے شرٹ جس کے آستین فولڈ کیے گئے۔

سلطان بیگ کے چہرے پر اس وقت واضح پریشانی تھی۔

اس نے پریشانی سے اپنے والد کی طرف دیکھا جو سکون سے سربراہی کرسی پر بیٹھے تھے۔

" Very bad very bad Dad ۔۔۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ ایسا کر سکتے ہیں"

وہ مسلسل چکڑ کاٹ رہا تھا۔

سائیڈ پر کھڑا عبدل خان خاموشی سے سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"اور تم ۔ تمہاری روح نہیں کانپی کسی کی جان لیتے ہوئے" اب وہ عبدل خان کے سر پر تھا ۔

" سر آپ کا ہی حکم تھا " اس نے نظریں جھکائے کہا ۔

" میرا ۔ میرا ۔ میں نے تو غصے میں کہا تھا ، تم پاگل ہو ، کیسے کسی کی جان لے لی " اس کا بس نہیں چل رہا تھا اس عبدل خان کا گلا دبا دیں ۔

" ریلیکس سلطان ، اس میں اتنی بڑی بات کیا ہے ، زیان نے بھی تو مرنا تھا ، اس کی جگہ وہ لڑکا مر گیا " داؤد بیگ نے سکون سے کہا ۔

NOVEL HUT

" میں کبھی کسی کی جان نہیں لینا چاہتا تھا ، زیان کے ساتھ جو ہو رہا تھا وہ آپ کر رہے تھے ، اور دانیال میں نے تو غصے میں کہا تھا ، مجھے کیا معلوم تھا

کہ یہ وحشی اسے سچ میں قتل کردیں گا" عبدل خان نے بے اختیار نظریں پھیر لی تھی۔

" اب اس غصے کا کیا فائدہ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے تمہارا راستہ صاف ہوگیا ،اب زیان کا سوچو اس کا کیا کرنا ہے اور چھوڑ دو اس ٹینشن کو میں اسے سنبھال لوں گا"

"ڈیڈ آپ اتنے سنگ دل کیسے ہو سکتے ہیں کیا آپ کو تھوڑا سا بھی گلٹ نہیں ہے کہ ایک معصوم اس دنیا سے چلا گیا تھوڑی تو انسانیت دکھا دیں" وہ رو دینے کو تھا۔

" بس بہت ہو گیا اب اس ٹاپک کو ختم کرو اور سلطان میں دوبارہ اس بات کا ذکر تمہارے منہ سے نہ سنو" کہہ کر داؤد بیگ کمرے سے چلے گئے ۔ ان کے جاتے ہی عبدل خان بھی فوراً سے کمرے سے چلا گیا ۔

سلطان نے میز پر پتا گلاس اٹھا کر زمین پر پھینک دیا ۔

سب کچھ خراب ہو رہا تھا ، وہ بڑا نہیں بنا چاہتا تھا ، لیکن اسے بنایا جا رہا تھا ۔

NOVEL HUT

<u>دو مہینے بعد:</u>

وہ ایک تاریک، سنسان سڑک پر کھڑا تھا، جہاں ہر طرف دھند چھائی ہوئی تھی۔ ہوا میں ایک سرد، غیر انسانی سرگوشی گونج رہی تھی، جیسے زمین کے

نیچے سے آ رہی ہو۔ اچانک، سیاہ گاڑیاں دھند سے نمودار ہوئیں، اُن کے شیشے خون سے سرخ اور دھندلے تھے۔ گاڑیوں سے اُترنے والے آدمی سایوں میں ڈھلتے ہوئے، چہرے بگڑ کر وحشی مخلوق میں بدل گئے۔

ایک آدمی نے پستول نکالی اور جیسے ہی گولی چلی، زیان نے اپنے سینے میں شدید جلن اور درد محسوس کیا۔ اُس کا جسم زمین پر گرتے ہی، آس پاس کی فضا زہر آلود ہو گئی۔ درختوں کے سائے اُس کے اوپر جھکنے لگے، جیسے اُسے زندہ نگلنے والے ہوں۔

وہ بے سد سڑک پر پڑا تھا، خون سڑک پر بہہ رہا تھا، اسے خون سے خوف آرہا تھا۔

پھر اس نے دیکھا خون کی لہر اس کی طرف تیزی سے آ رہی ہے۔
وہ چیخا، اور اُس کی چیخیں ہوا میں گھل کر دب گئیں۔ دھندلی فضا میں موت کا سایہ ہر چیز پر چھا گیا، اور زیان کو لگا جیسے اُس کی روح کو کوئی تاریکی کی گہرائیوں میں کھینچ رہا ہو۔

اچانک، وہ چیخ کر بیدار ہو گیا۔ پسینے میں شرابور، دل کی دھڑکن بے قابو، اور کمرے میں گونجتی ہوئی سرگوشیاں ابھی تک اُس کے کانوں میں سنائی دے رہی تھیں۔ خواب ختم ہو چکا تھا، مگر اُس کی دہشت اُس کے اندر گہرائی سے بیٹھ چکی تھی۔

اس نے اپنے ارد گرد دیکھا وہ اپنے کمرے میں تھا ۔بیڈ پر پسینے سے شرابور ،
گہرے سانس لیتا ہوا ،
لیمپ آن کر کے کانپتے ہاتھوں سے اسنے دوا کے پتے میں سے گولی نکالی اور
سائیڈ ٹیبل پر رکھا پانی کا گلاس اٹھایا، دوا نگل کر وہ ایک سانس میں پورا گلاس
پی گیا ۔
سر گھوم رہا تھا اور دل میں درد ہو رہا تھا ۔
یہ خواب پیچھا نہیں چھوڑ رہے تھے ۔
اس نے تھک کر سر بیڈ کراؤن سے لگا لیا تھا ۔
اب ہر رات کی یہی کہانی تھی ، نیند کی دوا سے کچھ گھنٹے نیند آجاتی اور پھر یہ
بھیانک خواب اسے بے چین کر دیتے تھے ۔
پچھلے دو مہینوں سے وہ یہ خواب دیکھ رہا تھا ،

NOVEL HUT

اب اسے تب تک جاگنا تھا جب تک نیند کی دوا کا اثر شروع نا ہو جاتا ۔

اکتوبر کا مہینہ تھا ، پھر بھی کراچی میں گرمی تھی ، اب پہلے جیسی شدت نہیں تھی لیکن موسم گرم تھا ،

ایسے میں وہ فائلوں کا پلندہ لے کر آرہی تھی ،

سیاہ جینز پر ہلکا نارنجی کرتا پہنے ، کرتے پر سیاہ دھاگے سے باریک کڑھائی ہوئ تھی ۔

بالو کو کیچڑ میں باندھے جس میں سے کچھ لٹے منہ پر آرہی تھی ، سلیقے سے کیا گیا سادہ میکپ ،

وہ ہمیشہ کی طرح خوبصورت لگ رہی تھی، لیکن نیلی آنکھوں میں الجھن واضح تھی۔

فائلوں کے پلندے کو اپنی ٹیبل پر پٹختی وہ اپنی کرسی پر گرنے والے انداز میں بیٹھی تھی۔

"یہ لو پانی پی لو یسریٰ" ساتھ والے کیبن سے فاریہ نے پانی کا تھرماس اس کی طرف بڑھایا،

تو اس نے تھام لیا۔

وہ پچھلے دو مہینوں سے اپنی انٹرنشپ کر رہی تھی۔ فاریہ اور کچھ اور لڑکے لڑکیاں بھی اس کے ساتھ ہی انٹرنشپ کر رہے تھے۔

NOVEL HUT

انٹرنشپ کے نام پر سب سینیئرز نے انہیں اپنا نوکر بنایا ہوا تھا۔

یہ تھی بھی اس کی اپنی ضد کہ جو کرنا ہے خود کرنا ہے۔

گہرا سانس لے کر وہ اپنے لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ ہوئ، ابھی اسے اور بہت سا کام کرنا تھا۔

کسی کے چلے جانے سے دنیا نہیں رکتی، صحیح کہتے ہیں، دانیال کے جانے سے بھی کچھ نہیں رکا تھا۔
دانیال کی ذات اب ایک یاد اور قصہ بن کے رہ گئ تھی سب کے لیے۔
سب آگے بڑھ گئے تھے،

یسریٰ نے بھی خود کو کام میں الجھا لیا تھا۔ وہ خود کو مصروف رکھتی تھی۔
برہان بھی زیادہ سے زیادہ وقت اپنے کام کو دیتا تھا،

لیکن نیہا، وہ آگے نہیں بڑھی تھی، وہ آج بھی کہیں اسی مقام پر موجود تھی
۔

"نیہا آپی، اب لائیٹ بند بھی کردیں مجھے نیند نہیں آرہی" نیند سے بھڑے
ارباز نے اپنے کام میں الجھی نیہا کی ایک اور مرتبہ منت کی۔
وہ اس وقت ٹی شرٹ ٹراؤزر میں موجود، بالوں کا بن بنائیں، چہرے پر چشمہ
لگائے سٹڈی ٹیبل پر بیٹھی تھی،

اگر اسکی سٹڈی ٹیبل پر دیکھا جائے تو وہاں ہر چیز بکھری ہوئی تھی ، کاغذوں کا ڈھیر، سامنے موجود دیوار پر سٹیکی نوٹس کا انبار ، اور لیپٹاپ پر حرکت کرتی انگلیاں ۔

وہ مکمل طور پر اپنے کام میں الجھی تھی ، نیہا نے گھر کے اندر رہی اپنا کام شروع کردیا تھا ، دو مہینے پہلے اس نے گوگل پر ہی اپنی ویب سائٹ بنالی تھی ، اور آہستہ آہستہ اس کا کام چل پڑا ، لوگ اس سے رابطہ کرتے تھے ، اپنے کام کہتے تھے آنلائن پیمنٹ دیتے ، وہ دو مہینوں سے یہی کر رہی تھی اور ساتھ میں ایک اور کام تھا جو وہ کر رہی تھی ، اپنے بھائی کے قاتل کی تلاش ، دو مہینے سے اس کے اندر بدلے کی آگ بھڑک رہی تھی ۔

لیکن اسے ابھی تک کوئی سوراخ نہیں ملا تھا ،

"تم جو کوئی بھی ہو، میں تمہیں ڈھونڈ لوگی" یہ تہیہ وہ روز خود سے کرتی تھی۔

"اب کر بھی دے لائیٹ بند" ارباز رو دینے کو تھا۔

"نہیں ہوگی لائیٹ بند، تمہیں اتنا مسئلہ ہے تو باہر چلے جاؤں، صوفے پر سو جاؤں۔"

اور وہ بچارا کیا کہتا اب۔

NOVEL HUT

کراچی میں صبح کا سورج طلوع ہو چکا تھا۔

یہ منظر ایک کلینک کا ہے، ڈاکٹر حمزہ جن کی عمر تقریباً 40 سال ہوگی، لیکن ان کی شخصیت ایسی تھی کہ وہ ایک 30 سالہ پروفیسر لگتے تھے۔ ان کے

سیاہ بالوں میں ہلکی سی گرے بالو کی جھلک آتی تھی ۔ وہ ایک سائیکائٹرس تھے ۔ اس وقت وہ اپنے ایک انتہائی خاص پیشنٹ کو ڈیل کر رہے تھے ۔

" تمہیں پھر سے وہی خواب آیا ؟" ان کے ہاتھ میں ایک نوٹ پیڈ تھا ۔

" جی ۔ مجھے بتاؤں میں کیا کروں ، کوئی میرا یقین نہیں کر رہا" زیان جس نے اس وقت سیاہ جینز پر سفید فل سلیوٹی شرٹ پہنی تھی ۔ ماتھے پر بکھرے بال ، اور شب خوابی میں جاگی سرخ سنہری آنکھیں جو اسکے رات بھر جاگنے کا پتہ دے رہی تھی ۔

" دیکھوں زیان ، دو صورتِ حال ہو سکتی ہیں ۔ نمبر ایک یہ تمہارے hallucinations ہیں ، کیونکہ تمہیں پچھلے دو مہینوں سے ہیوی پین کلرز اور اینٹی ڈیپریشن دی جا رہی ہیں ۔۔۔۔ اور نمبر دو یہ تمہارے ہارٹ کی Controversial memory ہے "

زیان نے تعجب سے پوچھا ۔ "Controversial memory?"

" دیکھوں Controversial memory کا مطلب ہے وہ memory جو ہمارا دل سٹور کرتا ہے ، لیکن یہ بات آج تک ثابت نہیں ہوئ ۔ کچھ سائنٹس اسے مانتے ہیں اور کچھ اس کا انکار کرتے ہیں ، سائنٹفک دنیا میں یہ بات آج بھی ایک جنگ ہے ، اس پر ہزاروں کی تعداد میں ریسرچ ہو چکی ہے ، لیکن یہ بات سچ ہے یہ نہیں کوئ ثابت نہیں کر سکا ۔ لیکن یہ بات اپنا وجود رکھتی ہے ۔ کہ ہمارے دل میں بھی میمری ہوتی ہے ، جیسے تمہارے خواب ہے ، یہ ہوسکتا ہے کہ اس شخص کی زندگی کے خواب ہو " ڈاکٹر حمزہ نے تفصیل دی ۔ تو زیان کچھ لمحے سوچ میں پڑ گیا ۔

پھر سے سارے خواب اس کے ذہن میں گھومنے کے گئے تھے ۔ وہ عورت ، وہ قاتل ، وہ مرتا ہوا شخص ۔

"مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ میں کس سچویشن میں ہوں؟"

"یہ تو مشکل ہے، لیکن تم یہ کر سکتے ہو، تمہیں اپنے ڈونر کے متعلق کیا معلوم ہے؟"

"یہی تو نہیں معلوم، مجھے کوئی کچھ نہیں بتاتا، سب کہتے ہیں کوئی سٹرینجر تھا، ہم نہیں جانتے" وہ واقع میں پریشان تھا۔

ڈاکٹر حمزہ نے گہرا سانس لیا۔

"پھر ڈھونڈوں، اور جانوں وہ شخص کون تھا، اس کی موت کیسے ہوئی تھی، کیا واقعی اس کے ساتھ وہی ہوا تھا جس کا تم خواب دیکھتے ہو" ڈاکٹر حمزہ کے کہنے پر زیان سوچ میں پڑ گیا۔

"مگر میں، میرے گھر والے، میرے ڈاکٹر کوئی میرا یقین نہیں کرتے، میں کس سے مدد مانگو"

"اس انسان سے جو ہر حال میں تمہارا یقین کرتا ہے" یہ الفاظ بہت کچھ یاد کروا گئے تھے۔

"یقین" اس نے زیرِ لب دہرایا۔

NOVEL HUT

زیان گھر آیا تو وہاں پہلے ہی عثمان پاشا تیار کھڑے تھے، حامد بھاگ بھاگ کر گاڑی میں سامان رکھ رہا تھا۔

زیان کو تعجب ہوا۔

"آپ کہیں جا رہے ہیں بابا؟" وہ کہتے ہوئے لاؤنج میں موجود صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ہاں تمہارا رشتہ لے کر جا رہا ہوں"

زیان کو لگا اس نے کچھ غلط سن لیا ہے۔

"جی ؟"

"تمہاری اور یسریٰ کی شادی کی تاریخ لینے جا رہا ہوں " اب کے انہوں نے واضح بتایا۔

"کیا، کس سے پوچھ کر" زیان کو واقع میں حیرت ہوئ تھی۔

"تمہارا نکاح میں نے تم سے پوچھ کر کیا تھا، اور زیادہ بنو نا میرے سامنے، پتہ ہے مجھے کتنا مرتے ہو تم اس پر" عثمان پاشا کے برا ہے راست کہنے پر جہاں حامد نے ہنسی روکی تھی وہی بیچارہ زیان بھی شرمندہ ہو گیا۔

"کیا بابا سب کے سامنے تو لہاز کر لیا کریں"

"کون سب، حامد تو اپنا ہی ہے" وہ بیچارے کہا سمجھتے تھے۔

" آپ اتنی جلدی کیو کر رہے ہیں "

" میں جلدی کر رہا ہوں ، 29 کے ہو گئے ہو تم ، آٹھ مہینوں بعد 30 کے ہو جاؤں گے ، کچھ ہی سالوں میں بوڑھے ہو جاؤں گے ، تمہیں بوڑھے ہو کر شادی کرنی ہوگی ، میں تو مرنے سے پہلے اپنے پوتا پوتی دیکھنا چاہتا ہوں ۔" وہ کہتے ہوئے صوفے سے اٹھ گئے ۔

" آپ اپنی مرضی سے جا رہے ہیں یہ پھوپو جانتی ہیں ؟" اس نے پھر پوچھا ۔

" ظاہر سی بات ہے اس کی رضامندی ہے تو جا رہا ہوں نہ "

" لیکن بابا میں ابھی تیار نہیں ہوں ، میں ابھی تو ٹھیک ہوا ہوں ، میں ابھی مینٹلی بہت ڈسٹرب ہوں ، اور فلحال تو جاب لیس بھی " وہ بیچارگی سے بولا ۔

" پہلی بات ، تم بیمار نہیں ہو بلکل ٹھیک ہو ، دوسری بات تم بلکل بھی مینٹلی ڈسٹرب نہیں ہو یہ صرف فارغ رہنے کا انجام ہے ، گھر میں بہو آئے گی

تو تمہارا دماغ بھی ٹھیک ہو جائے گا، تیسری اور آخری بات تم جاب لیس نہیں ہو، سرجری کی وجہ سے تم ایک سال پائلٹ کی ناکری نہیں کرسکتے، لیکن تم اپنے باپ کے دفتر آسکتے ہو، کل سے تم میرے ساتھ آفس جاؤں گے " انہیں نے ہر جواز رد کر دیا تھا۔

" اور یسریٰ ؟" ایک آخری اعتراض۔

" اس کی رضامندی جاننا اس کے والدین کا فرض ہے، تم اس کی فکر نہ کرو "یعنی وہ مکمل طور پر تیار تھے۔

وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

شام ڈھل رہی تھی، برہان نے کمرے کا دروازہ کھولا تو کمرہ تاریکی میں ڈوبا تھا، اس نے آگے بڑھ کر لائیٹ آن کی، اس کا دل گھبرا رہا تھا، اس نے آگے بڑھ کر کھڑکی کے پردے پیچھے کیا اور کھڑکیاں کھول دی۔

وہ اس وقت آفس سے آیا تھا اور بہت تھکا ہوا تھا۔ اس نے اس وقت براؤن پینٹ کوٹ پہنا تھا۔ اپنا کوٹ اتار کر بیڈ پر رکھتے اب وہ اپنے جوتوں کے تسمے کھول رہا تھا۔ لیکن دماغ کہیں اور تھا۔ تبھی فون کا الارم بجا، وقت ہو گیا تھا۔

اس نے ادھ کھلے تسمے چھوڑ کر آگے بڑھ کر ٹی وی آن کر دیا اور نیوز چینل کھول دیا۔

وہ سامنے اپنے تمام تر حسن کے ساتھ پورے وقار سے بیٹھی تھی۔

اسے دیکھتے ہی برہان عاصف کی ساری تھکن اتر گئ تھی۔ چہرے پر ایک اداس مسکراہٹ آگئ تھی۔ اس کی آواز دل کو سکون دے رہی تھی۔

"ناظرین آج کی تازہ ترین خبر آپ کو دیتے جائے، کراچی میں کل رات 10 بجے ایک معصوم شخص کو لوٹ لیا گیا، کی ہاں وہ لڑکا جس کی عمر تقریباً 22

سال تھی اسے سنسان سڑک پر روک کر اسے لوٹ لیا گیا، کہا جارہا ہے کہ اس لڑکے کے والٹ میں پچاس ہزار تھے اور۔۔۔۔۔

وہ ابھی کہہ رہی تھی اور وہ اس میں کھویا ہوا تھا۔ اسے نیوز میں کوئ دلچسپی نہیں تھی، اسے تو زونیرابیگ میں دلچسپی تھی۔

جس کی خاطر وہ روز شام 7 بجے اس کے لیے نیوز دیکھتا تھا۔ پچھلے دو سال سے اس کی یہی روٹین تھی۔

کیونکہ دو سال پہلے ہی وہ اس کی محبت میں گرفتار ہوا تھا۔ اپنے سے چھے سال بڑی عورت سے وہ محبت کرتا تھا، لیکن کوئ کہا جانتا تھا یہ حقیقت۔

دو سال قبل (ماضی):

برہان کے والد کو صرف ایک ہفتہ ہوا تھا۔ وہ ابھی تک صدمے میں تھا، روز کئی لوگ آکر اسے دلاسہ دیتے تھے، لیکن اسے کچھ سمجھ نہیں آتی تھی، اسے اپنے غم کے آگے سب کے دلاسے بے کار لگتے تھے۔

NOVEL HUT

رات کے دس بج گئے تھے، وہ اس وقت عاصف ہاؤس کی چھت پر کھڑا تھا، خزاں کا موسم تھا، اس لیے ہوا کافی اچھی لگ رہی تھی۔ لیکن اسے کچھ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

گرے ٹراؤزر کے اوپر سیاہ ٹی شرٹ پہنے، پیروں میں چپل، ماتھے پر بکھرے بال اور سیاہ سرخ آنکھیں، جن میں آنسو تھے۔

وہ ایک تھکا، ہارا شخص تھا، وہ جو اپنی زندگی سے ہار مان رہا تھا۔

وہ شخص، یعنی برہان قریشی خودکشی کرنے والا تھا۔

یہ پہلی دفع نہیں تھا، پچھلے ایک ہفتے میں وہ کئی کوششیں کرچکا تھا، لیکن اس کی ہر کوشش کو زیان نے ناکام کیا تھا۔ پچھلے ایک ہفتے سے زیان سائے کی طرح اس کے ساتھ تھا، تاکہ وہ کچھ غلط نہ کرلے۔

NOVEL HUT

اسے یہ موقع تب ملا جب زیان کی آنکھ لگ گئی تھی، وہ اس کے ساتھ ساری رات جاگتا تھا، اس لیے ابھی تھوڑی دیر پہلے بیٹھے بیٹھے وہ سو گیا تھا، برہان اسی بات کا فائدہ اٹھا کر یہاں پہنچ گیا تھا۔

وہ خاموشی سے بنیرے کے قریب کھڑا نیچے دیکھ رہا تھا، تین منزلہ عمارت کے اوپر کھڑا وہ نوجوان جانتا تھا کہ اگر وہ گرا تو زندہ نہیں بچے گا۔

چھت کا بنیرا بھی کافی چھوٹا تھا، اتنا کہ وہ برہان کے گوڈو تک آتا تھا۔

اس نے لمحے کے لیے آنکھیں بند کی۔

سارے منظر ایک دفع پھر اس کے ذہن میں گھومے،

اپنے والد کی میت، قبر میں پڑا وجود، ہسپتال کے بستر پر دم توڑتا آدمی، ماں کی چیخ، رات کا اندھیرا۔

سارے منظر ڈگمگا رہے تھے۔

اس نے آنکھیں کھول لی، سارے منظر ہوا میں تحلیل ہو گئے۔

اب کچھ نہیں بچا تھا ، اس میں ہمت نہیں تھی ، وہ اتنا بہادر نہیں تھا ، وہ ہر مشکل کا سامنا نہیں کر سکتا تھا ،

اس کے پاس صرف ایک راستہ تھا ، جو وہ کرنے جارہا تھا ، ہلال اور حرام میں فرق کیے بغیر ، برہان عاصف خودکشی کرنے جارہا تھا ۔

منہ میں کلمہ دہراتے اس نے اپنا ایک پاؤں بنیرے پر رکھا ، ایک دفع گہرا سانس لیا ،

پھر اپنا دوسرا پاؤں زمین سے اٹھایا ، بنیرے پر رکھنے کے غرض سے ،

لمحو کا کھیل تھا ، جیسے ہی اس نے اپنا پاؤں زمین سے جدا کیا ، متوازن برقرار نہ رکھ پانے پر وہ نیچے کی جانب جھکا ، وہ گرنے لگا تھا ، برہان عاصف مرنے والا تھا ،

جب اچانک کسی نفس نے پیچھے سے آکر اس کا بازو پکڑا، یہ سب سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں ہوا تھا، اس زوئ نفس نے بری مہارت سے ہوا میں لہراتا برہان کا پاؤں دوسرے ہاتھ سے پکڑا اور اپنی جانب کھینچا، ایک لمحہ لگا اور برہان دھڑم سے چھت کے اندرونی حصے میں گرا۔

اس کے منہ سے کراہ نہکلی، کیونکہ کی کمر بہت زور سے فرش پر لگی تھی، اسکی آنکھیں بند تھی، آنکھیں کھولنے سے پہلے برہان کو یقین تھا کہ یہ نفس زیان ہے، لیکن جیسے ہی اس نے آنکھیں کھولیں اسے حیرت کا جھٹکا لگا، برہان عاصف چھت پر گرا تھا اور اس کے سر پر ایک انجان لڑکی کھڑی تھی

۔

سرخ و سفید رنگت کی حامل وہ لڑکی، جس کے سیاہ سیدھے بال ہوا سے لہرا رہے تھے، ڈارک مہرون جینز پر سفید کف شرٹ پہنے، مہرون کوٹ فرش پر

گر چکا تھا، جو یقیناً پہلے اس کے بازو پر ہوگا، یہ برہان کا اندازہ تھا، سرخ و سفید چہرے پر میک اپ تھا، نیوڈ لپ سٹک لگائے، وہ لڑکی اسے ضرورت سے زیادہ تیار لگ رہی تھی، اور پھر اس کے پاس سے آنے والی خوشبو، لیڈیز پرفیوم کی دھیمی مہک ساری چھت پر پھیل گئی تھی۔

پہلی نظر میں وہ لڑکی برہان کو کوئی خوبصورت چڑیل لگی تھی، ورنہ رات کے دس بجے ایسی لڑکی چھت پر کیسے نمودار ہو سکتی ہے۔

لاشعوری میں وہ لیٹے لیٹے پیچھے کو کھسکا۔

اس لڑکی کے چہرے پر خفگی واضح تھی۔

"تمہارا دماغ خراب ہے، تم مرنے جا رہے تھے، نیچے جا کر دیکھو اپنی ماں کو، جو بیوہ ہوگئی ہے، وہ غمگین عورت جس کا واحد سہارا تم ہو، کوئی شرم حیا ہے تم میں کہ نہیں؟" وہ تو شروع ہی ہوگئی تھی۔

اس نے غور سے اس خوبصورت لڑکی نما چوڑیل کو دیکھا، یہ تو یقینی تھا کہ وہ اسے پہلی دفع دیکھ رہا تھا، لیکن اس کا چہرہ، اس کا چہرہ بہت جانا پہچانا تھا۔

"کون ۔۔۔کون ہو تم اور یہاں کیا کر رہی ہو؟" اس نے پوچھا۔

لمحہ لگا تھا، اس لڑکی کے چہرے سے خفگی کی جگہ حیرانی نے لی تھی، وہ بھی شدید حیرانی۔

"تم مجھے نہیں جانتے" اس نے ایسے پوچھا، جیسے اگر وہ کہے نہیں تو اس وقت وہ خود ہی چھت سے چھلانگ لگا دے گی۔

"آپ ہو کون؟" پھر پوچھا۔

اب کے وہ سٹپٹا گئ ۔

تم مجھے نہیں جانتے ؟ سیریسلی " اس نے شہادت کی انگلی اپنے سینے پر رکھ کر پوچھا ۔

برہان نے دماغ پر زور ڈالا ، نہ آسکی کوئ کزن اتنی خوبصورت تھی ، نہ کوئ بھولی بسری کزن دوسرے ملک گئ تھی جو واپس آگئ ، نہ فیملی فرینڈز میں ، دور دور تک اسکی پہنچ میں کوئ اتنا خوبصورت نہیں تھا ۔

لیکن یہ آواز کافی جانی پہچانی تھی ۔

مایوس ہو کر اس نے سر نفی میں ہلایا ۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کا پاؤں مرچکا تھا ، اس لیے اٹھا نہیں گیا تو وہی ٹانگ پکڑ کر بیٹھ گیا ۔

" تم مجھے واقع نہیں جانتے " اب کہ وہ جیسے رو دینے کو تھی ۔

" تم تو ایسے کہ رہی ہو جیسے تم کوئ مہوش حیات ہو اور میں تمہیں پہچان نہیں رہا "

" مہوش حیات" وہ ایک لمحے کو رکی " مہوش حیات بھی میرے آگے کچھ نہیں ہے ، بڑے سے بڑے سیاستدان کے میرے آگے پسینے چھوٹ جاتے ہیں ، بڑے سے بڑا بزنس مین میرے سوالوں کے آگے لا جواب ہو جاتا ہے اور تم مجھے اس معمولی اکٹریس سے ملا رہے ہو "

وہ رکی سانس لیا ۔

" میں زونیرا بیگ ہوں ، گلوبل نیوز چینل کی رپورٹر اور شہر کی نمبر ون اینکر ، زونیرا بیگ سنا تم نے " بول بول کر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا ۔

NOVEL HUT

برہان نے ایک دفع پھر آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا، وہ حقیقت میں زونیرا بیگ تھی۔

اب اسے سمجھ آئ کہ یہ ضرورت سے زیادہ تیار نہیں ہے، بلکہ یہ ایک اینکر کا گیٹ اپ ہے۔

"آپ، آپ زونیرا بیگ ہیں" اب اسے احساس ہوا کہ یہ شکل اور آواز خاص ہے اور بہت مشہور و معروف بھی، وہ اسے انگنت دفع سکرین پر دیکھ چکا تھا۔

"ایم سوری، میں آج کل بہت ڈسٹرب ہوں، اس لیے آپ کو پہچان نہیں پایا، لیکن آپ میرے گھر میں کیسے؟" ذہن میں آنے والا ایک اور سوال پوچھ لیا۔

"تم یہ بھی بھول گئے کہ میں یسریٰ کی دوست ہوں۔ خیر میں اسے پک کرنے یہا آیٔ تھی، پھر تمہاری مام سے افسوس بھی کرلیا، یسریٰ کو ابھی دیر تھی اور مجھے کچھ ضروری کال کرنی تھی، اس لیے میں یہاں تک پہنچ گیٔ"

اس نے تفصیل بتائی اور ساتھ ہی وہ بھی فرش پر بیٹھ گیٔ۔

برہان نے حیرانی سے اس خوبصورت چوڑیل کو دیکھا، جو بغیر کسی حقارت کے آرام سے فرش پر بیٹھ گیٔ تھی۔

"میں بچہ نہیں ہوں، سچ بتائیں، صرف ایک فون کال کے لیے آپ چھت پر نہیں آیٔ، کہیں ہماری مقبری کرنے تو نہیں آیٔ" وہ سادگی سے کہتا ہوا بھی زونیرا کا پارا ہایٔ کرگیا تھا۔

" تمہیں کیا لگتا ہے میں اتنی بڑی جرنلسٹ مجھے تمہارا گھر ہی ملا ہے مقبری کے لیے ، ابھی زونیرا بیگ کے ایسے دن نہیں آئے " ایک ادا تھی اس کے انداز میں ۔

" اچھا پھر سچ بتاؤ "

" سچ یہ ہے کہ ایسے لگتا ہے کہ آدھا کراچی اس وقت تمہارے گھر میں ہے ، اوپر سے وہ سب لوگ مجھے ایسے آنکھے پھار پھار کر دیکھ رہے تھے ، اوپر سے کچھ بے شرم لوگ تو موقع کی نزاکت کو نظر انداز کرتے ہوئے سیلفی لینے آگئے تھے ، میرا تو دم گھٹ رہا تھا ، اس لیے یہاں آگئیں " اس نے ایک جملہ ایسے نقل اتارتے ہوئے بتایا کہ نا چاہتے ہوئے بھی برہان ہنسنے لگ گیا ۔

وہ ہنسا اور پھر ہستا ہی چلا گیا ، وہ پورے ایک ہفتے بعد آج ہنس رہا تھا ۔

" تم ہنس کیو رہے ہو ؟ " وہ بیچاری کو سمجھ نہیں آئی کی اس نے کیا غلط بولا ۔

کچھ لمحے ایسے ہی خاموشی کی نظر ہو گئے۔

جب وہ اس نے اپنا کوٹ اٹھایا اور جانے کے لیے اٹھی۔
"میں اب چلتی ہوں، تم بھی چلا ساتھ، دوبارہ خود کشی نے کرنا لڑکے" وہ اس کے سر پر کھڑی کہہ رہی تھی۔

برہان نے حیرت سے اس خوبصورت چوڑیل کو دیکھا، جو اچانک اس وقت آگئ تھی جب وہ اپنی زندگی سے ہار رہا، اسے اس وقت ہنسا رہی تھی جب اسکے دن رو کر گزر رہے تھے، اب اتنے حق سے روک رہی تھی کہ دل چاہ رہا تھا وہ کہیں نہ جائیں۔

" ایسے کیا دیکھ رہے ہو، میری سمجھ نہیں آرہی"

" کچھ اور وقت رک جائیں"

" نہیں اب مجھے گھر جانا ہے، بہت تھک گئی ہوں، اور یسری بھی مجھے ڈھونڈ رہی ہوگی" اس نے کہتے ہوئے کلائی پر پہنی گھری دیکھی۔

NOVEL HUT

" اپنا نمبر ہی دیں دے"

اس کے کہنے پر اس نے اپنی ایک آبرو اوٹھائی۔ جیسے کہ رہی ہو واہ لڑکے

۔

"بیٹا آپ کچھ زیادہ فاسٹ نہیں ہے ، اور ویسے بھی آپ عمر میں مجھ سے بہت چھوٹے ہیں ، مجھے ام میچور لڑکوں میں انٹرسٹ نہیں ہے"

اس کی باتوں سے بے اختیار برہان کے چہرے پر مسکراہٹ آئ تھی ۔

یہ لڑکی تو ڈائریکٹ ہی منہ کر رہی تھی ۔

" آپ غلط سمجھ رہی ہے ، میرا وہ مقصد نہیں ہے ، وہ تو جان پہچان نکل آئ ہے تو میں نے سوچا ایک دوسرے کا نمبر ہونا چاہیے" اس نے تفصیل دی ۔

"میں مذاق کر رہی تھی، یہ لو میرا کارڈ" اس نے اپنے کلچر سے ایک کالے رنگ کا کارڈ نکالا، اور اس کی طرف بڑھایا۔

برہان نے اس کارڈ کو تھاما۔

تو وہ جانے کے لیے پلٹ گئیں "اللہ حافظ"۔ کہہ کر وہ چلی گئیں۔

اس کے جانے کے بعد اس نے کارڈ پر غور کیا۔

سیاہ رنگ کا کارڈ جس پر سنہری حروف میں زونیرا بیگ لکھا تھا، نیچے کونے میں اس کا فون نمبر اور لینڈ لائن نمبر لکھا تھا۔

NOVEL HUT

اسے یہ نمبر اپنے فون میں محفوظ کرنا تھا، جلد سے جلد۔

وہ فوراً زینوں کی طرف بھاگا، پاؤں کے درد کی پرواہ کیے بغیر۔

کونسی خودکشی، کہاں کی مایوسی۔ اسے سب بھول گیا تھا۔ یاد تھا تو بس وہ خوبصورت چوڑیل۔

NOVEL HUT

حال

وہ ماضی کی یادوں سے تب واپس آیا جب ملازم نے آکر دروازہ بجایا۔

" آجائیں" اس نے کہا تو دروازہ کھول کر ملازمہ اندر آئ۔

" صاحب ،بیگم صاحبہ آپ کا کھانے پر انتظار کر رہی ہیں "

" آپ جائیں میں آتا ہوں " اس کے کہنے پر ملازمہ سر ہلا کر چلی گئ۔

اس نے ٹی وی اسکرین کو دیکھا، وہ وہا نہیں تھی، بریک چل رہا تھا۔

اب اسے ماں کے پاس جانا تھا، باقی کا وہ یوٹیوب پر دیکھ لے گا۔

NOVEL HUT

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

باب ششم: سفرِ قلب

جب آخر میں چلے ہی جانا ہے تو
جیت کا جوش کیسا ،ہار کا افسوس کیسا
جب سب چھوٹ ہی جانا ہے تو
حاصل کی خوشی کیسی ، محرومی کا دکھ کیسا

از قلم: فاطمہ سیال

نیم اندھیرے کمرے میں پُرسکون ماحول تھا، نائیٹ بلب کی زرد روشنی اور پھر کھلی ہوئی کھڑکی جہاں سے اکتوبر کے موسم کی دھیمی دھیمی ٹھنڈی ہوائیں آرہی تھی۔ آج یہ کمرہ معمول سے ہٹ کر صاف تھا، اس کی وجہ اس کی مالکن بلکل نہیں تھی، وہ تو جویریہ قریشی نے ملازمہ سے صاف کروایا تھا اس پرسکون ماحول میں ایک لڑکی جائے نماز پر بیٹھی تھی، سفید دوپٹے سے حجاب کیے، حجاب کے ہالے میں اس کا چہرہ دمک رہا تھا، وہ جائے نماز پر بیٹھی دعا مانگ رہی تھی، لیکن نیلی آنکھوں میں سرخی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا اللہ تعالیٰ میں کیا کروں، میں خود کو بہت بے بس محسوس کر رہی ہوں، میں اتنا بڑا گلٹ اپنے دل میں رکھ کے کیسے اپنی زندگی کی شروعات کر سکتی ہوں"

آج اس کی ڈیٹ فکس ہوگئ تھی، وہ روکنا چاہتی تھی، لیکن اس کے پاس روکنے کا کوئ جواز نہیں تھا، ایک مہینے بعد اس کی رخصتی تھی۔

"زیان میں کوئ کمی نہیں ہے، وہ مجھے اپنے شوہر کی حیثیت سے ہر طرح سے قبول ہے، وہ بہت اچھا ہے، لیکن اس گلٹ کی وجہ سے میں اپنے ان خاص دونوں کو محسوس نہیں کر پارہی، اللہ تعالیٰ مجھے معاف کردیں، میں جانتی ہو میں نے غلط کیا، لیکن آپ تو حقیقت جانتے ہیں نہ، میرا ماضی، میں کیا کرتی، میں بہت، بہت مجبور تھی" کہتے ہوئے اس کی نیلی آنکھوں سے آنسوں روا ہوگئے تھے۔

وہ اپنے آنسوں ضبط نہیں کر رہی تھی، اللہ کے سامنے کیسا پردہ، ہم دل کھول کر اللہ کے سامنے ہی تو رو سکتے ہیں۔

ایک یہی تو تسلی ہوتی ہے ہمارے پاس ، سجدے میں ہی تو سکون ملتا ہے ۔

یہاں کا ماحول ویسا ہی تھا جیسا کسی ہسپتال کا ہونا چاہیے ، کہیں پر گہما گہمی تو کہیں پر سٹریچر پر موجود بے جان وجود ، کہیں کوئ روتا ہوا تو کہیں کوئ خوشی کے آنسو بہاتا ہوا ۔

ان سب کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کا رخ ڈاکٹر قیس کے روم کی جانب تھا۔

گرے ڈریس شرٹ جس کے کف فولڈ کیے ہوئے تھے، اس کے ساتھ بلیک جینز، سفید سنیکرز پہنے، ماتھے پر بکھرے سیاہ گھنگرلے بال جو سنہری آنکھوں کو تنگ کر رہے تھے۔

وہ بلا شبہ بہت وجیہہ تھا، کوئ اسے ایک نظر دیکھتا تو رک کر دوبارہ ضرور دیکھتا تھا۔ اس کی وجہ اس کے پرکشش اور منفرد نین نکش تھے،

مطلوبہ دروازے کے پاس جاکر اس نے اپنی گاڑی کی چابی سے دستک دی، اندر سے اجازت آنے پر وہ دروازہ کھول کر اندر گیا۔

اندر کا ماحول حسب معمول تھا۔ ڈاکٹر قیس نے زیان کو دیکھا تو اپنا چشمہ اتار کر سائیڈ پر رکھ دیا۔

" ارے آج تو بڑے لوگ آئے ہیں" وہ اپنی کرسی سے اٹھے اور خوشگواری سے ہاتھ ملایا۔

"کیسے آنا کو پھر "

" ایک ضروری کام تھا آپ سے " زیان نے بے تاثر لہجے سے کہا۔

" جی ضرور، بتائیں"

" میں کوئ تہمید نہیں باندھو گا، میرا ایک سادہ سا سوال ہے مجھے اس کا جواب چاہیے" اس کے کہنے پر ڈاکٹر قیس نے بے اختیار تھوک نگلا، کہیں اسے علم تو نہیں ہوگیا۔ وہ ڈر گئے تھے۔

" مجھے ہارٹ جس نے ڈونیٹ کیا تھا" اس کے کہنے پر ڈاکٹر قیس نے سکون کا سانس لیا۔

"مجھے زیادہ نہیں معلوم ، ایمرجنسی میں اسی دن ایک مریض آیا تھا ، اسے گولیاں لگی تھی ، ڈمدم توڑنے سے پہلے اس نے اپنی آخری خواہش ظاہر کی تھی کہ اسکا دل ڈونیٹ کردیا جائے"

"میں یہ کہانی دو مہینوں سے سن رہا ہوں ، مجھے سچ جاننا ہے" اس کا چہرہ ابھی بھی بے تاثر تھا ۔ ڈاکٹر قیس کو سمجھ آرہی تھی کہ وہ ایسے نہیں مانے گا ۔

"دیکھوں میں تو بس یہیں جانتا ہوں ، تم اس ڈاکٹر سے پوچھوں جسے اس مریض نے مرنے سے پہلے یہ نصیحت کی تھی"
ان کے کہنے پر زیان سیدھا ہو کر بیٹھا ۔

"کون ہے وہ، اور کہا ملے گا؟" پہلی دفع اس کے چہرے پر فکر کا احساس نمایاں ہوا۔

"وہ کوئ ایمرجنسی کا ایم-بی-بی-ایس ڈاکٹر تھا، نام اسکا شائد ڈاکٹر ہارون تھا، وہ تمہیں ایمرجنسی میں ہی ملے گا" وہ سوچ سوچ کر بتا رہے تھے۔
اس کے بعد انکی اگلی کوئ بھی بات سنے بغیر وہ دروازے کی طرف بھاگا تھا
۔
ڈاکٹر قیس پیچھے سے آوازے دیتے رہے گئ، لیکن وہ سیدھا ریسیپشن کی طرف گیا۔
"ڈاکٹر ہارون سے ملنا ہے" پہنچتے ہی اس نے کہا۔

" سر یہاں دو ڈاکٹر ہارون ہیں ، ایک ڈاکٹر ہارون رشید اور دوسرے ڈاکٹر ہارون مرزا , آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

" آپ مجھے دونوں سے ملوا دے " اس نے بے چینی سے کہا ۔

" ڈاکٹر ہارون کی شفٹ ختم ہوگی ہے ، وہ کل آئے گے ، ابھی ڈاکٹر ہارون مرزا ڈیوٹی پر ہیں ، وہ مل سکتے ہیں " نرس سکرین پر چلتی لسٹ دیکھ کر بتا رہی تھی ۔

" ٹھیک ہے "

NOVEL HUT

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں روبرو تھے ، ڈاکٹر ہارون مرزا ، دکھنے میں ستائیس یا اٹھائیس سالہ مرد لگتے تھے ۔

وہ اس وقت ہسپتال کے بیرونی حصہ میں موجود بینچ پر بیٹھے تھے، ڈاکٹر ہارون نے بہت سنجیدگی سے زیان کی بات سن رہے تھے،

دماغ پر زور ڈالنے سے انہیں یاد آگیا تھا سارا واقع۔

"مجھے یاد آگیا، وہ میں ہی تھا، ایسے مریض کو کون بھول سکتا ہے" انہوں نے اداسی سے کہا۔

"تو پھر آپ پلیس مجھے بتائیں وہ کون تھا، اسکا نام، عمر، گھر کا پتہ، اور ہارٹ ٹرانسپلانٹ کی ساری کہانی؟" وہ ایک کے بعد ایک سوال کر گیا تھا۔

ڈاکٹر ہارون نے واضح اسکا اضطراب محسوس کیا تھا۔

" اس بات کو کافی مہینے ہو گئے ہیں مجھے اسکا نام وغیرہ نہیں پتہ ، ہاں لیکن ایک بات میں کہہ سکتا ہوں ، وہ تمہیں جانتا تھا ، اس نے خاص طور پر تمہارا نام لیا تھا ، کیا نام تھا تمہارا ؟" انہوں نے رک کر پوچھا ۔

" زیان ، زیان پاشا "

"ہاں زیان ، اس نے کچھ ایسا ہی کہا تھا کہ میں اپنا دل ایک خاص انسان زیان پاشا کو ڈونیٹ کرنا چاہتا ہوں "یہ الفاظ سن کر زیان حیران رہ گیا تھا ، کون تھا وہ ؟

" اور کچھ معلوم ہے آپ کو ؟" اس نے پھر سے پوچھا ۔

" دیکھوں مجھے صرف اتنا ہی یاد ہے ، وہ صرف کچھ گھنٹے ایڈمٹ رہا تھا ، اسکا لہو لہان جسم جب ہسپتال آیا اس کے کچھ دیر بعد ہی اس کی وفات ہو گئ

تھی، پھر اسکی خواہش کے مطابق سرجری ہوئ اور بعد میں اس کے گھر والے اسکی باڈی لے گۓ" انہیں جو یاد تھا بتا دیا۔

"میں جاننا چاہتا ہوں، اسکا نام، پہچان، پلیس میری مدد کریں" اسنے التجا کی۔

"یہ سب ریکارڈ سے نکلوانا پڑے گا، تمہارے لیے میں یہ مردوگا، اس میں کم سے کم دو دن لگے گے" انہوں نے اعتماد دلایا۔

وہ تھوڑا پر سکون ہوا، لیکن ابھی بھی اسے چین نہیں مل رہا تھا، تجسس بڑھتا جا رہا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے میں چلتا ہوں، جیسے مجھے سب ملتا ہے میں تمہیں فون کروگا" ڈاکٹر ہارون کہ کر جانے کے لیے پلٹے۔

چند قدم ہی چلے تھے، جب انکے ذہن کے پردے پر ایک منظر لہرایا۔ خون سے لے پٹ وجود، وہ لڑکا جس نے اپنی اٹکتی ہوئ سانسوں کے درمیان آخری لفظ ادا کیے تھے۔

" اس سے کہنا۔ کہنا کہ میرے دل کے راز کو جانے "

انکے قدم وہی زنجیر ہوئے۔

یہ کیا کردیا اس نے، اتنی بڑی بات بھول گیا، اگر اسکا پیغام نہیں دیا تو قیامت کے دن کیا جواب دے گا۔

وہ بے اختیار پلٹا۔

وہ لڑکا وہا نہیں تھا۔

وہ اندھا دھند بھاگا، وہ اسے تھوڑا آگے جاکر ہی مل گیا۔

"زیان"

زیان جو مایوسی سے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا واپس جا رہا تھا، اپنے نام کی پکار پر پلٹا۔

سامنے ہانپتے ہوئے ڈاکٹر ہارون کھڑا تھا۔

"جی؟" اس نے اچھنبے سے پوچھا۔

"میں ایک بہت ضروری بات بتانا بھول گیا، اس لڑکے نے مرنے سے پہلے تمہارے لیے ایک پیغام دیا تھا"

زیان کے کان کھڑے ہوئے۔"کیسا پیغام؟"

"اس سے کہنا۔ کہنا کہ میرے دل کے راز کو جانے، یہی کہا تھا اس نے"

زیان پاشا اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔

ذہن میں الفاظ گونجے۔

تمہیں رازِ قلب سے نوازا گیا ہے"

اس عورت کے الفاظ ۔

"ہاں رازِ قلب ، اب تمہیں اس راز تک پہنچنا ہے اور اپنے قلب کی صدا سننی ہے "

اسے بے اختیار اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہوا ۔

NOVEL HUT

" تم ٹھیک ہو " ڈاکٹر ہارون نے فکر مندی سے پوچھا ۔

" جی میں ٹھیک ہوں ، آپ کا بہت شکریہ ، جیسے ہی ریکارڈ ملے مجھے فون کرنا " وہ کہتے ہی وہا سے نکلا ۔

اسے اس وقت ایک شخص کے پاس جانا تھا۔

کلینک کا ٹائم ختم ہو جانے کی وجہ سے ڈاکٹر حمزہ نے اسے اپنے گھر بلا لیا تھا ۔ وہ پہلی دفع یہاں آیا تھا۔

کمرشل ایریا میں موجود اس بلڈنگ میں مڈل کلاس لوگ رہتے تھے ، اسی بلڈنگ کے ایک اپارٹمنٹ میں وہ اس وقت موجود تھا۔

ڈاکٹر حمزہ شادی شدہ تھے ، انکی ایک آٹھ سال کی بیٹی تھیں ۔

NOVEL HUT

وہ دونوں نفس روبرو بیٹھے تھے۔

وہ اس وقت ان کے سٹڈی روم میں بیٹھا تھا۔

"تو تم کہ رہے ہو، تمہارے خواب حقیقی ہیں؟" وہ حیرانی سے پوچھ رہے تھے۔

اس نے صرف سرہلانے پر اکتفا کیا۔

"نہیں، نہیں، ایسا کیسے؟، زیان ہو سکتا ہے تم یہ سب پہلے سے جانتے ہوں، اور تم بھول گئے ہو اور اب یہ سب خواب آرہے ہوں، short term memory loss یہ تو اکثر مریضوں کو سرجری کے بعد ہو جاتا ہے"

" ایسا کچھ بھی نہیں ہے، یہی حقیقت ہے میرے خواب اس شخص کی میمری ہے جس کا دل میرے پاس ہے، آپ خود ہی بتائیں، میں اس وقت

بے ہوش تھا، مجھے کیسے معلوم کہ اس شخص کی ڈیتھ کیسے ہوئی، اور پھر اسی بیہوشی کے عالم میں مجھے وہ عورت خواب میں آئی"

ڈاکٹر حمزہ کچھ دیر تو کچھ بول نہیں پائے۔

" تمہیں اس شخص کے بارے میں کیا کیا معلوم ہوا ہے ؟" کچھ دیر بعد انہوں نے کہا۔

"یہی کہ اسے دو گولیاں لگیں گے، اور وہ مجھے جانتا تھا، اس نے خاص طور پر مجھے اپنا دل دیا، اور یہ کہ وہ چاہتا تھا کہ میں اس کے قاتل کا پردہ فاش کروں" زیان نے ایک ایک بات بتادی، وہ اپنے ازلی بےتاثر انداز میں کہہ رہا تھا، کچھ دیر پہلے والا اضطراب اب اس کے چہرے پر نہیں تھا۔

"زیان تم پریشان نہ ہونا مجھے تم پر یقین ہے، بس تم اس انسان کے بارے میں زیادہ معلومات اکٹھی کرو، پھر ہی ہم فیصلے تک پہنچ سکے گے"

"جی میں ایسا ہی کر رہا ہوں" اس نے سر ہلا دیا۔

لیکن بیگ مینشن کا موسم اس وقت بہت خراب تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت تھی اس گھر کے مکینوں کی اس وقت۔

چاروں نفوس لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

شیشے کی نازک سی میز پر دو چیزیں نظروں کا مرکز تھی۔

ایک تھا شادی کا دعوت نامہ۔۔۔ یسریٰ قریشی اور زیان پاشا،

اور دوسری تھی فلائٹ کی ٹکٹ، سلطان بیگ کے دوبئی جانے کی ٹکٹ،

دوبئی میں فیشن شو تھا، جس کا مرکز بیگ فیشن انڈسٹری تھا، اور داؤد بیگ کا فیصلہ تھا کہ سلطان کو ایک مہینے کے لیے دوبئی جانا ہے۔

"آج رات تمہاری فلائٹ ہے تیاری کرلو" داؤد بیگ نے کہا۔

"آپ کو معلوم ہے کہ یسریٰ کی شادی کی خبر سے اس کے دل پر کیا گزر رہی ہے، ایسے میں اسے کچھ وقت دینا چاہیے، آپ کو نہیں لگتا یہ غلط ہے" علینہ بیگ اپنے ازلی انداز میں ٹھہر ٹھہر کہ کہہ رہی تھی۔

"ڈیڈ مجھے بھی یہ زیادہ لگ رہا ہے، ابھی سلطان کو یہ سب پراسیس کرنے کے لیے وقت چاہیے" زونیرا نے بھی اپنی رائے دیں۔

"تم کچھ کہنا چاہوں گے؟" انہوں نے سلطان کو مخاطب کیا۔

سادہ دل سلیو سفید ٹی شرٹ اور بلو جینز میں، ماتھے پر بکھرے ہوئے بال، وہ سادہ میں بھی دلکش لگ رہا تھا، لیکن اسکی سرخ آنکھیں اس کے دل کی کیفیت بیان کر رہی تھی۔

"میں بس ایک سوال کرو گا، آپ نے یہ فیصلہ کیا سوچ کر کیا ہے؟" لہجہ بے تاثر تھا۔

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے، پچھلے کچھ وقت میں جو ہوا ہے اور جو ہونے والا ہے، تم سب سے واقف ہو، میں صرف چاہتا ہوں کہ تم ذہنی بیمار نہ بنو، اس میس سے دور جاؤں اور اصلی سلطان بن کر واپس آؤں" ان کا اشارہ کن باتوں پر تھا وہ سلطان سمجھتا تھا۔

"میں آپ کے فیصلے کو رد نہیں کر سکتا، میں چلتا ہوں مجھے پیکنگ کرنی ہے" کہہ کر وہ خاموشی سے اپنے کمرے کی جانب چل دیا۔

زونیرا نے اسے تاسف سے دیکھا، وہ اسکی پسندیدگی سے واقف تھی، لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتی تھی۔

سرمئ رنگ پر مشتمل یہ عالیشان کمرہ، سفید کنگ سائز بیڈ، فرش پر سرمئ قالین، دیواروں پر آویزاں سلطان بیگ کی تصاویر، یہ کمرہ اس کے مالک کی طرح دلکش تھا۔

وہ سر جھکائے بیڈ پر بیٹھا تھا، خاموش، بے آواز

اس کے ہاتھ میں ایک فوٹو فریم تھا،

NOVEL HUT

20 یا 22 سال کی لڑکی، نیلی آنکھوں والی لڑکی، سفید فیری ٹیل فراک پہنے، سیاہ بال جو ہوا سے لہرا رہے تھے، وہ اپنے سرخ و سفید ہاتھوں سے انہیں روکتے ہوئے ہنس رہی تھی، اسی منظر کو بری مہارت سے قید کیا گیا تھا۔

ایک Random picture ۔بیک گراؤنڈ میں بڑا بڑا سا Happy birthday لکھا تھا، یقیناً یہ تصویر اس کی سالگرہ کی تھی۔

وہ سر جھکائے اسے دیکھ رہا تھا۔

آنکھیں نم تھی، بے اختیار آنکھوں کے سامنے ایک منظر لہرایا۔

NOVEL HUT

ماضی

محل کے سنسان کمروں میں، خاموشی کا راج تھا

جہاں بچپن محبت سے خالی، بس دولت کے سائے میں گزرا تھا

نہ کوئی ہنسی تھی، نہ ماں کی آغوش کا پیار
بس سونے کے کھلونے تھے، جو دل کی تنہائی کو نہ بھر سکے

نیم اندھیرے کمرے میں بارہ سالہ سلطان اپنے کمرے میں سفید ٹھنڈے مرمری فرش پر بیٹھا تھا۔ آنکھوں میں آنسوں تھے، چہرہ سرخ تھا، رونے کے باعث نہیں، بلکہ اس تھپڑ کے باعث جو اسے تھوڑی دیر پہلے اپنے والد سے پڑا تھا۔

NOVEL HUT

یہ کوئ نئ بات نہیں تھی۔

اب اس بچے کے آنسوں ہچکیوں میں تبدیل ہو گے تھے، وہ بچہ ہچکیوں کے ساتھ رو رہا تھا،

روتے ہوئے وہ اٹھا اور دروازے کی جانب بھاگا، اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے دروازہ بجایا، "پلیس کھول دے ڈیڈ، اب نہیں کرو گا، پلیس ڈیڈ، ماما، ماما، ایم سوری، ڈیڈ" وہ بچہ ہچکیاں لیتے ہوئے روتا ہوا کہ رہا تھا، دروازہ بجا بجا کر اب اس کے ہاتھ سرخ ہو گئے تھے، رونے میں اور شدت آگئ تھی،

"مجھے ڈر لگ رہا ہے ماما، ڈیڈ پلیس" وہ منتیں کر رہا تھا۔

بیگ مینشن کی در و دیواروں میں اس بچے کے رونے کی آوازیں گونج رہی تھی۔ باہر کھڑے ملازمین افسوس سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے، اس بچے کی ماں تو اسے اور چھوٹی سی زونیرا کو بھولے، اپنی سیر و سیاحت میں مصروف تھی، روز کی پارٹیز، پیسے کا نشہ تھا جس نے اولاد کو بھلا دیا تھا،

اور رہا اس کا باپ تو وہ اپنی سزاؤں میں بہت پکا تھا ، اب یہ دروازہ کل تک کھلنا نہیں تھا ،

" مجھے بھوک لگی ہے ، پلیس ڈیڈ سوری " وہ ڈرا سہما بچا ابھی تک ہچکیوں کے ساتھ رو رہا تھا ۔

اس کی معصوم چیخے اس سفاک محل میں جذب ہوتی جارہی تھی ۔

<u>منظر تبدیل ہوا :</u>

NOVEL HUT

اٹھارہ سالہ سلطان اپنے بیڈ پر مایوسی سے بیٹھا تھا ، ہاتھ میں اینٹی ڈیپریشن کی ادوایات تھی ، چہرہ نکاہت زدہ ہوگیا تھا ، آنکھوں کے نیچے ہلکے ،پیلا رنگ ۔

ہر طرف طاقت کی بات تھی، محبت کی کوئی جگہ نہیں
دلوں کو پیسے کے ترازو میں تولا جاتا تھا، رشتے بکے ہوئے تھے

اسے بچپن سے سکھایا گیا کہ پیسہ ہی سب کچھ ہے، وہ پیسہ جو اس کے باپ نے حرام طریقوں سے نا جانے کتنو کی زندگیاں برباد کر کے بنایا تھا۔
زونیرا تو ہاسٹل جا کر اس ماحول سے بچ گئ تھی، لیکن سلطان اس کی زد میں گیا تھا۔

NOVEL HUT

پھر وہ آئی، ایک روشنی کی طرح
اس کی مسکراہٹ میں وہ تھا، جو میرے پاس کبھی نہیں تھا

یسریٰ کی عمر اس وقت گیارہ سال تھی، آہستہ آہستہ اس کی سلطان سے دوستی ہوگی، سلطان کو بھی ایک پیاری سی دوست مل گئ، وہ کم عمر اور ناسمجھ تھی اس لیے سلطان اس سے اپنی ساری باتیں شیئر کرلیتا،
لیکن وہ کم عمر بچی بھی بہت اچھا دلاسہ دیتی تھی۔

یہ روز کا معمول بن گیا، کبھی یسریٰ اس سے ملنے آجاتی تو کبھی سلطان اس سے ملنے چلا جاتا، آہستہ آہستہ اس کی ساری دوائیاں چھوٹ گئ، سلطان نے ہنسنا بولنا شروع کردیا تھا،
اب وقت کے ساتھ ساتھ اس میں کانفیڈنس بھی آگیا تھا، وہ چھوٹی سی لڑکی اس کو زندگی دے گئ تھی۔

NOVEL HUT

مگر یہ کیسی محبت تھی؟ یا شاید یہ صرف ایک جنون تھا
میرے اندر کی خالی جگہ کو وہ بھرنے آئی، مگر دل اور بھاری ہو گیا

جب اسے یسریٰ قریشی کے نکاح کی خبر ملی، سلطان بیگ اس ساری رات روتا اور چیختا رہا تھا، اسی طرح جیسے بچپن میں اسکا باپ اسے اندھیرے کمرے میں بند کرتا تھا، اسے لگا جیسے اسے پھر سے کسی نے اندھیرے کمرے میں قید کر دیا ہو۔

NOVEL HUT

<u>حال:</u>

دروازہ کھلنے کی آواز آئ ، لیکن وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا ، کوئ بڑی خاموشی سے آکر اس کے پہلو میں بیٹھ گیا ، پھر نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا ۔

" ایسے کیو غمگین ہو رہے ہو، وہ تمہاری قسمت میں نہیں ہے ، نہ کبھی پہلے تھی نہ آج " زونیرا نے دھیمے لہجے میں کہا ۔

" پھر وہ میرے دل میں کیوں ہے ؟" سلطان نے کہتے ہوئے اس کی جانب دیکھا ۔ اس کی آنکھیں سرخ تھی ، ان میں نمی تھی ، زونیرا کے دل کو کچھ ہوا ۔

" سلطان تم بھول جاؤں اسے "

" تمہیں لگتا ہے میں نے کوشش نہیں کی، میں نے کی ہے یار، ہر لمحے، ہر سانس کے ساتھ، لیکن میں نہیں کر سکا " اس کے لہجے میں بے بسی تھی۔

" تم اللہ سے صبر مانگو، دیکھنا تم ایک دن اسے بھول جاؤں گے اور ایک اچھی زندگی گزار رہے ہو گے "

" اللہ ؟" اس نے دہرایا۔

" اللہ کو اگر مجھ سے پیار ہوتا تو کبھی میرے دل میں اس کی محبت نہ ڈالتا "

زونیرا نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن وہ کہنے لگا۔

" اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے نہ ؟ اسے تو اپنے ہر بندے سے محبت ہے، پھر کیوں ؟ کیوں وہ اس طرح ہم جیسے لوگوں کے دلوں میں یک طرفہ محبت ڈال دیتا ہے، اللہ مجھے کیو تکلیف دے رہا ہے، کیا میں اتنا گناہ گار ہوں ؟" اس کی آنکھوں سے آنسوں نکل رہے تھے۔

سلطان بیگ رو رہا تھا۔

" ایسا نہیں ہے سلطان ، یہ اللہ کی آزمائش ہوتی ہے ، اور۔۔ " وہ ابھی کہہ رہی تھی جب وہ اس کی بات کاٹ گیا۔

" کوئ آزمائش نہیں ہوتی یہ ، یہ سزا ہوتی ہے ، مجھے پتہ چل گیا ہے ، اللہ تعالیٰ نے مجھے abondon کر دیا ہے، آج سے نہیں بچپن سے ، تم بتاؤ بچوں کی بھی بھلا آزمائشیں ہوتی ہے ؟ " اس نے اس تکلیف سے سوال کیا کہ زونیرا کچھ کہہ نہیں سکی۔

" تو پھر ٹھیک ہے میں بھی وہی کروگا جو میرا دل کرتا ہے ، اب میں بھی صحیح غلط میں فرق نہیں کروگا " زونیرا کو اس کی آنکھوں میں بغاوت نظر آرہی تھی۔

"تم اللہ کو چیلنج نہیں کر سکتے سلطان ، تم غصے اور تکلیف میں پاگل ہو گئے ہو ، ڈیڈ کا فیصلہ درست ہے تمہیں واقع میں ابھی یہاں سے چلے جانا چاہیے " کہہ کر زونیرا کمرے سے چلی گئی ۔

"نہ ہی میں یہ سب غصے میں کہہ رہا ہوں اور نہ ہی تم لوگ مجھے روک سکتے ہو"

" سلطان بیگ کا دل توڑا ہے تم سب لوگوں نے ، اب تم سب اصلی سلطان بیگ کو دیکھو گے " اس کی آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے۔

"میرے پاس دولت ہے ، طاقت بھی ہے ، سب کچھ ہے ، مگر وہ جو دل کو سکون دے، وہ نہیں ہے "

اس کے دل میں ایک عزم تھا، ایک جنون

"تم میری ہوگی، چاہے کیسے بھی، تمہیں حاصل کرنے کے لیے مجھے سب کچھ کرنا پڑے گا"

اس نے تصویر کی جانب دیکھا۔

" جو میرا ہے ، وہ صرف میرا ہے "نیلی آنکھوں والی لڑکی ابھی بھی مسکرا رہی تھی۔

اکتوبر کے موسم کی خنک کراچی میں ایک خوابیدہ سا منظر پیش کر رہی تھی، جہاں سورج کی تپش اب وہ شدت نہیں رہی تھی، مگر پھر بھی اپنی موجودگی کا احساس دلا رہی تھی، جیسے کوئی پرانی یاد دل کے گوشوں میں سمٹی ہوئی ہو۔ سمندری ہوا میں ایک نرم سی ٹھنڈک محسوس ہو رہی تھی، جو آنے والی سردیوں کی خاموش سرگوشی کرتی ہے۔ درختوں کی پتیاں زرد ہونے لگی ہیں، اور ہواؤں میں ایک مدھم سی خوشبو گھل رہی ہے، جیسے فضا میں خزاں کی نرمی کا کوئی پرانا گیت گونج رہا ہو۔ شہر کی گلیوں میں ایک عجب سکون تھا، جہاں زندگی کی رفتار کچھ لمحوں کے لیے تھم سی جاتی ہے، اور لوگ اس

مختصر خوشگوار موسم کی لذت کو محسوس کر رہے تھے، جیسے یہ وقت کسی خوبصورت خواب کی مانند جلد گزر جانے والا ہو۔

یسریٰ کی کولیگس کو جب سے اسکی شادی کی اطلاع ملی تھی وہ ٹریٹ مانگ رہی تھی۔ آج یسریٰ انہیں فائنکی ٹریٹ دے رہی تھی۔

اس عالیشان ریسٹورنٹ میں اس وقت وہ پانچ لڑکیاں کورنر والی ٹیبل پر بیٹھی کھانا کھا رہی تھی، سب باتوں میں مشغول تھے جب یسریٰ کا فون بجا۔

ہانیہ کالنگ لکھا تھا، جب سے اس کی شادی کی خبر پھیلی تھی تب سے ہر وقت کوئی نہ کوئی پرانی دوست فون کر کے مبارک باد دے رہی تھی۔

یہاں کا ماحول دیکھتے ہوئے یسریٰ فون لے کر ریسٹورنٹ سے باہر آگئی۔

برہان اور زیان اس وقت ریسٹورنٹ سے نکل رہے تھے، زیان کی شاپنگ کے لیے برہان اس کے ساتھ آیا تھا، شاپنگ کے بعد وہ کھانا کھانے یہاں آئے تھے۔

"میں پارکنگ سے گاڑی لاتا ہوں تم میرا انتظار کرو" برہان کہہ کر پارکنگ کی جانب چلا گیا۔

اس روڈ پر بے شمار خوبصورت ریسٹورنٹ تھے۔ایک سے بڑھ کر ایک۔

ڈارک گرین فل سلیوٹی شرٹ کے ساتھ سیاہ جینز پہنے، شرٹ کے بازوں کہنیوں تک فولڈ کیے، ماتھے پر بکھرے گھنگھرالے بال، وہ واقع میں بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔وہ اس وقت وہاں پر موجود ہر لڑکی کی آنکھوں کا مرکز تھا۔

زیان یو ہی اسکا انتظار کرتے ہوئے ٹہلنے لگ گیا۔ اکتوبر کا موسم اس ڈھلتی شام میں نہایت دلکش لگ رہا تھا۔

ٹہلتے ہوئے اس کے قدم رکے، جب اس کی نظر سامنے پڑی، ساتھ والے ریسٹورنٹ کے سامنے کھڑی لڑکی جو فون پر بات کر رہی تھی،

یہی وہ لمحہ تھا جب یسریٰ کی نظر بھی زیان پر پڑی۔ وہ ٹھہر گئ دوسری جانب موجود اس کی دوست ہیلو ہیلو کر رہی تھی، لیکن یسریٰ قریشی اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ رہی تھی۔

جو اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ اسی کو دیکھ رہا تھا۔

ارد گرد کا ہر منظر محوو ہوگیا، زیان کے قدم بے اختیار تھمے، نظریں ساکت ہوئ، دل تیزی سے دھڑکا، اور پھر دھڑکتا چلا گیا، زیان پاشا کو اس وقت

اپنے دل کی دھڑکنیں اپنے کانوں تک سنائی دے رہی تھی، اسے لگا کہ یہاں موجود ہر شخص اسے سن سکتا ہے۔

نظروں کے سامنے نیلی آنکھوں والی لڑکی تھی۔

اور وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی دل تھامے، وہ سنہری آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔

۔ ہوا سے اس کے لمبے بال لہرا رہے تھے، سفید کرتا اور سفید ہی چوری دار پاجامہ، پیروں میں پشاوری چپل، کانوں میں چھوٹے چھوٹے جھمکے،

وہ مشرق طرز میں تیار زیان پاشا کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب کر رہی تھی

۔

وہ قدم قدم اس کے قریب جا رہا تھا۔

چند قدموں کا فاصلہ تھا جو اس نے عبور کر لیا تھا۔

آہ وہی مہک ۔ ۔ ۔ وہ خاص مہک جو اس وقت زیان پاشا کے اعصاب ڈھیلے کرگئی تھی ۔ سکون ہی سکون تھا ۔

اس کا دل کیا کہ وقت رک جائے ، اگر یہ خواب ہے تو وقت رک جائیں ، اور وہ اس خوبصورت منظر کو قید کرلیں ۔

سنہری آنکھیں نیلی آنکھوں میں کھوئی ہوئی تھی ۔

یسریٰ کو محسوس ہوا کہ اس کا دل باہر آنے والا ہے ، وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ وہ بلش کر رہی ہے ۔

فون والا ہاتھ کب سے پہلو میں آچکا تھا ، یقیناً ہانیہ بھی کال کاٹ چکی تھی ۔

کیا ایسے ہی ہوتا ہے ، جب اتفاقاً محبوب کا دیدار ہو جائے تو کیا ایسے ہی دل بے قابو ہوجاتا ہے ؟

وہ دونوں یہ سمجھ نہ سکے۔

"تم یہاں ؟" آغاز اسی نے کیا، اسے ہی کرنا تھا، ہمیشہ وہی تو کرتا تھا۔

"میں اپنی دوستوں کے ساتھ آئی ہوں، اور تم ؟"

"ہاں میں برہان کے ساتھ آیا تھا، وہ پارکنگ میں گیا ہے گاڑی لینے آتا ہی ہوگا

"یسریٰ نے سر ہلا دیا۔

"کیسی ہو ؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"یہ سوال تو مجھے پوچھنا چاہیے بیمار تو تم تھے، کیسے ہو اب ؟"

"ٹھیک ہوں"

" پھر شادی ہے ہماری اس مہینے " خاموشی کو زیان کی بھاری آواز نے توڑا
۔

" ہاں " یسریٰ نے سر ہلاتے ہوئے کہا ۔

" تم خوش ہو ؟" لمحے کے لیے یسریٰ ٹھہر گئ ۔

" ہاں " کہا تو صرف اتنا ۔

" تمہیں ریسٹ کرنی چاہیے ابھی " یسریٰ نے فکرمندی سے کہا ۔

" جب بیمار کی بیماری کے وقت خیریت دریافت نہ کی جائے تو بعد میں بھی اس کی فکر نہیں کرنی چاہئیں " نہ چاہتے ہوئے بھی وہ شکوہ کر گیا تھا ، وہ شکوہ جو دو مہینوں سے اس کے دل میں تھا ۔

" اور تم سے ایسا کس نے کہا کہ میں نے تمہاری خیریت دریافت نہیں کی ؟" نیلی آنکھوں میں خفگی آئ تھی ۔

"تم مجھ سے ایک دفع بھی ملنے نہیں آئ، اس کا یہی مطلب ہے، تمہیں نہیں لگتا یہ تمہارا فرض تھا آخر کو میں تمہارا شو۔۔۔" زیان کی چلتی زبان کو بریک لگی، اسے بے اختیار اپنے tongue slipper ہونے کا افسوس ہوا ۔

"میں اپنا فرض جانتی ہوں، میں تم سے ملنے نہیں آئ یہ سچ ہے، لیکن میں تمہیں دیکھنے نہیں آئ یہ غلط ہے، میں روز آتی تھی، پہلے دو ہفتے میں لگاتار آئ تھی، تب تم ہوش میں نہیں تھے" وہ کہہ رہی تھی اور زیان کو اپنے بدگمان ہونے پر افسوس ہو رہا تھا۔

"پر تم مجھ سے ملی کیو نہیں؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا،

"میں تمہیں اس وقت فیس کرنے کی حالت میں نہیں تھی، میں مینٹلی بہت ڈسٹرب تھی" وہ سادگی سے کہہ رہی تھی ۔

NOVEL HUT

" لیکن کیو ؟ " اس نے اچھنبے سے پوچھا ۔

" تمہیں نہیں پتہ ؟ " اس نے بھی اتنی ہی حیرانی سے پوچھا ،

ناجانے کیوں زیان کی چھٹی حس نے اسے اشارہ کیا ۔

" کیا نہیں پتہ مجھے ؟"

" جس دن تمہاری سرجری تھی اسی دن میرے عزیز دوست کی ڈیتھ ہوگئ تھی ، تم نہیں جانتے ؟" وہ ایسے پوچھ رہی تھی جیسے اسے علم ہونا چاہیے ۔

" یہ تو بہت افسوس کی بات ہے ، کون سا دوست ؟ "

" تم واقعی نہیں جانتے ، اسی نے تو تمہیں ہارٹ ڈونیٹ کیا تھا " اور ایک لمحہ لگا تھا زیان پاشا ساکت رہ گیا تھا ۔

" کیا نام تھا اسکا ؟" کسی ٹرانس کی کیفیت میں اس نے پوچھا ۔

" دانیال ملک ، وہ جانتا تھا تمہیں ڈونر چاہیے ، اس لیے اپنے آخری وقت میں وہ تمہیں اپنا ہارٹ دے گیا " وہ کہہ رہی تھی ۔

لیکن زیان پاشا کے ذہن میں الفاظ گونج رہے تھے

" اور تم نے ہی بتایا تھا کہ وہ لڑکا تمہارے گروپ کا اسے پسند کرتا ہے"۔

وہ ایک قدم پیچھے ہوا ۔

" کیسا پیغام ؟ "

" اس سے کہنا ۔ کہنا کہ میرے دل کے راز کو جانے ، یہی کہا تھا اس نے "

NOVEL HUT

دوسرا قدم

" ہاں زیان ، اس نے کچھ ایسا ہی کہا تھا کہ میں اپنا دل ایک خاص انسان زیان پاشا کو ڈونیٹ کرنا چاہتا ہوں "

"تم ٹھیک ہو؟ زیان" یسریٰ نے تقریباً چیختے ہوئے اسے مخاطب کیا تو وہ حال میں واپس آیا۔

اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا۔ یسریٰ کو اس وقت سامنے کھڑے شخص کی آنکھیں بہت خالی لگ رہی تھی۔

"زیان سب ٹھیک ہے؟" یسریٰ نے فکرمندی سے پوچھا۔

NOVEL HUT

"ہاں۔۔۔ہاں سب ٹھیک ہے" وہ اب خود کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

" اسے کیا ہوا تھا ، میرا مطلب اس کی وفات کیسے ہوئ ، پلیس بتاؤں مجھے ؟"
اس کے بے چینی سے پوچھنے پر یسریٰ کو حیرت ہوئ ۔
" اسے دو گولیاں لگیں تھی "
" کس نے قتل کیا تھا اسے ؟" دل تیزی سے دھڑکا تھا یہ سوال کرتے ہوئے
۔
" قاتل جیل میں قید ہے ، اس نے بیان دیا تھا کہ دانیال سے اسکی کوئ پرانی دشمنی تھی جسکا اس نے بدلہ لیا" جوئے اور ادھار والی بات اس نے نہیں بتائ ، دانیال اسکا دوست تھا ، اسے اس پر یقین تھا ، وہ اس کے بارے میں ایسے غلط بات نہیں کہہ سکتی تھی ۔
" تمہیں اور کچھ معلوم ہے اسے متعلق ؟" یسریٰ نے نفی میں سر ہلایا ۔

" برہان میرا انتظار کر رہا ہوگا ، میں چلتا ہوں ، تمہیں اگر جانا ہے تو میں تمہیں لفٹ دے دوں"

" نہیں آسکی ضرورت نہیں ہے ، میں اپنی گاڑی میں آئ ہوں ، اور اندر میری دوستیں میرا انتظار کر رہی ہوگی " اس نے سامنے موجود ریسٹورنٹ کی طرف اشارہ کیا ۔

" پھر میں چلتا ہوں " یسریٰ نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا ۔

وہ پلٹ گیا ۔

سامنے ہی برہان گاڑی میں اسکا ویٹ کر رہا تھا ۔

برہان نے یسریٰ کو دیکھ لیا تھا اسی لیے دور سے ہاتھ ہلا دیا ۔

وہ انہیں تب تک دیکھتی رہی جب تک ان کی گاڑی نظروں سے اوجھل نہیں ہوگئ ۔

زیان ان باتوں سے ناواقف تھا، یہ بہت حیرانی کی بات تھی۔
ایک گہرا سانس ہوا کے سپرد کرتی، اس نے ریسٹورنٹ کی جانب قدم بڑھائے۔

ملک ہاؤس کے اندر اگر دیکھا جائے تو سب لوگ اس وقت لاؤنج میں بیٹھے تھے، عزمت صاحبہ سبزی کاٹ رہی تھی اور ساتھ ساتھ بیچارے ارباز کر ذلیل بھی، ساتھ ہی ہنیف ملک آرام سے لیٹے ٹی وی پر کرکٹ میچ دیکھ رہے تھے.

" میں تو تنگ آگئ ہو تم سے ، دن بہ دن نکمے ہوتے جا رہے ہو ، ٹیسٹ میں فیل ہو گئے ، کچھ پتہ بھی ہے آپ کو ، اس کی ٹیچر نے بتایا ہے کہ پوری کلاس میں یہ فیل ہوا ہے " آخر میں وہ ہنیف ملک کو بھی سنا رہی تھی ۔

آج ارباز کی ٹیچر نے بلا کر اسکی شکایت لگائ تھی ، اور وہ بیچارہ تو پھنس گیا تھا ۔

ان سب کو نظر انداز کرتی ہوئ نیہا ابھی کمرے سے باہر آئ تھی ، وہ سارا وقت کمرے میں ہی ہوتی تھی ، ابھی بھی وہ پانی لینے آئ تھی ،

" امی بس بیچارے بچے کو ، ارباز تم اندر آؤ میں تمہیں ہوم ورک کروا دیتی ہوں " نیہا نے اسے بچانے کی کوشش کی ۔

ارباز کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آگئ ،

" رہنے دو تمہارا پتہ ہے مجھے سارا ، کام دے کر خود اپنے لیپ ٹاپ پر لگ جاؤں گی ، اسے تو دانیال ہی پڑھا سکتا ہے ، آنے دو۔۔ " کہتے کہتے انہیں بریک لگی ،

نیہا کا پانی کی بوتل کو کھولتا ہاتھ رک گیا ، ارباز نے بے اختیار اپنی ماں کو دیکھا اور ہنیف ملک نے تکلیف سے آنکھیں بند کرلی۔

یہ کوئ آج کی بات نہیں تھی ، پچھلے دو مہینوں سے ایسا ہی ہو رہا تھا۔

وہ لوگ نارمل ہوکر بھی نارمل نہیں تھے ، یہ بات قبول کرنا کہ اب دانیال ان کے ساتھ نہیں ہے ، یہ ان سب کے لیے بہت تکلیف دہ تھا ،

اسی طرح اکثر عزمت صاحبہ بات کرتے کرتے بھول جاتی تھی کہ دانیال اب اس دنیا میں نہیں ہے۔

" ارباز کمرے میں اپنا بیگ لے کر آؤ " نیہا کہہ کر کمرے میں چلی جاتی ، ارباز بھی منہ لٹکائے کمرے میں چلا گیا ،
ایک گہرا سانس لے کر عزمت صاحبہ پھر اپنا کام کرنے لگی ۔

ایک یہی طریقہ تھا ان کے پاس ، ایک دوسرے سے نظر چرا کر سب اپنا غم منا رہے تھے ۔

۔۔۔۔

NOVEL HUT

گاڑی پاش ہاؤس کے باہر رکی تو برہان نے زیان کی جانب دیکھا ، وہ سارے راستے خاموش رہا تھا ، یقیناً کچھ ہوا تھا ، لیکن اس نے نظر انداز کرنا ہی مناسب سمجھا ۔

" تم میرے روم میں آؤں" سنجیدگی سے کہہ کر زیان گاڑی سے چلا گیا ، یہ حیرت کی بات تھی ، زیادہ تر تو زیان اتنا سنجیدہ ہوتا نہیں ہے ، لیکن اگر ہو بھی جائے تو برہان سے ہمیشہ نرمی سے بات کرتا تھا ۔

برہان نے دروازہ کھولا تو وہ سامنے ہی بیڈ پر خاموشی سے بیٹھا تھا ، اس کا دائیاں پیر مسلسل ہل رہا تھا ،

" مجھ سے جھوٹ کیوں بولا ؟" اس کی طرف بغیر دیکھے زیان نے کہا ۔

برہان کو کچھ لمحے لگے سمجھنے میں ۔

"میں اکسپلین کر سکتا ہوں" برہان نے احتیاط سے کہا۔

"میں نے پوچھا ہے مجھ سے کیو چھپایا " زیان حلق کے بل چیخا، وہ سر پکڑے کمرے میں چکڑ کاٹ رہا تھا۔

"کیو چھپایا مجھ سے ہاں، تم سب، تمہیں، تم سب کو سب پتہ تھا، میں نے کتنا پوچھا، کتنا ؟" سنہری آنکھیں سرخ انگارا ہو رہی تھی، زیان کا تنفس تیز ہو رہا تھا۔

"زیان " برہان نے کہنے کی کوشش کی۔

" Shut up, just shut your fucking mouth"

زیان دھاڑا اور ایک ایک کر کے ڈریسنگ پر موجود چیزے زمین پر پھینکنے لگا۔

برہان نے شائد پہلی دفع زیان کو اتنے غصے میں دیکھا تھا۔

"میں تڑپ رہا تھا۔ سنا تم نے میں تڑپتا رہا، مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی تھی، برے خواب میرا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے، میں کہتا تھا اور تم لوگ اسے میرا وہم کہتے تھے، اتنا بڑا دھوکا" وہ نڈھال سا ہو کر زمین پر بیٹھ گیا تھا۔

برہان نے اس کی جانب قدم بڑھائے۔

"پاس نہ آنا میرے، دور، میں دو مہینے تڑپا ہوں، اور تم سب نے میرا تماشا دیکھا ہے" درد تھا سنہری آنکھوں میں۔

برہان کو شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

"زیان"

"ابھی جاؤں یہاں سے" کہ کر زیان نے منہ مور لیا۔

برہان شکستہ قدموں سے باہر آیا تو وہ سامنے کھڑے تھے۔

"میں نے کہا تھا نہ، مت چھپائیں اس سے" اس نے تکلیف سے کہا۔

"میں نے اس کی بھلائی کے لیے کیا ہے یہ" عثمان پاشا نے بند دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کو لگا تھا آپ اس طرح اسے روک لے گے، لیکن وہ نہیں رکے گا، وہ زیان ہے، وہ اب نہیں رکنے والا" کہہ کر وہ رکا نہیں، اور سیریوں کی جانب بڑھ گیا۔

عثمان پاشا ابھی بھی افسوس سے بند دروازے کو دیکھ رہے تھے، انہوں نے اپنے بے مول بیٹے کو بچانے کی ایک ناکام کوشش کی تھی،

۔۔۔۔

اکتوبر کا مہینہ اپنے اختتام پر تھا، سردیوں کی آمد تھی، لوگوں نے شال لینی شروع کردی تھی۔ ایسے میں شادی کی تیاریاں زور و شور پر تھی، شادی میں ایک ہفتہ رہ گیا تھا۔

قریشی ولا مہمانوں سے بھڑا تھا، ہر طرف گہما گھمی تھی، ظاہر سی بات ہے شادی والا گھر ہو اور لڑائیاں نہ ہو، ادھر بھی ان کی ایک دور کے رشتہ دار لڑکر سامان اٹھا کر جا چکے تھے، اور آج انہیں منا کر واپس بھی لایا جا چکا تھا۔

شادی کی وجہ سے زونیرا بھی شادی تک کے لیے یہی شفٹ ہوگئ تھی ، یہ یسریٰ کی ضد تھی ۔

اس وقت یسریٰ کے کمرے میں وہ دونوں موجود تھی ، کمرہ بکھرا ہوا تھا ، لیکن ان کی نظروں کا مرکز وہ قیمتی سرخ جوڑا تھا جو اس وقت بیڈ پر بکھرا تھا ، دلہن کا جوڑا ، وہ صبح ہی آیا تھا اور اس وقت یسری اسے ہی دیکھ رہی تھی ۔

NOVEL HUT

ڈارک مہرون لانگ میکسی جس پر تیلے کا سنہری کام ہوا تھا ، گھیرے پر گوٹا اور چمکیلا پیچ اسے مزید خوبصورت بنا رہا تھا ، یہ لاکھوں کا جوڑا چیخ چیخ کر بتا رہا تھا کہ یہ بیگ فیشن انڈسٹری کا شاہکار ہے ۔

"ماشاءاللہ یہ بہت خوبصورت ہے، میری دعا ہے اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے اور تم ساری زندگی خوش رہو" زونیرا نے کھلے دل سے دعا دی ۔

"آمین"

"یسریٰ میرا بچہ، تم خوش ہو نہ ؟" زونیرا نے اسکا بجھا بجھا چہرہ دیکھ کر پوچھا ۔

"ہاں میں خوش ہوں" یسریٰ نے چہرے پر مسکراہٹ سجا کر کہا۔

"مجھے سچ بتاؤ، تمہیں کیا ڈسٹرب کر رہا ہے"

"نہیں آپی، سب ٹھیک ہے، مجھے خوش ہونا چاہیے ؟۔۔ میں خوش ہوں ؟"

وہ اس سے پوچھ رہی تھی یہ خود سے زونیرا سمجھ نہ سکی۔

"کیا چل رہا ہے تمہارے ذہن میں، شیر کرو مجھ سے" زونیرا نے کہتے ہوئے اسکے چہرے پر آتے بال پیچھے کیے۔

"میں بس مس کر رہی ہوں" یسریٰ نے نظریں جھکا کر کہا۔

"میں سمجھ سکتی ہوں، تم دانیال کو یاد کر رہی ہو" زونیرا نے اس کے ہاتھ پر دباؤ ڈالا۔

"میں نیہا کو بھی بہت یاد کر رہی ہوں، آپ کو پتہ ہے اسے ہمیشہ سے میری شادی کی بہت اکسائٹمنٹ تھی، کہتی تھی، ہم یہ کرے گے، وہ کرے گے" نیلی آنکھیں سرخ ہو رہی تھی۔

"پتہ ہے وہ کہتی تھی، میں تمہاری مہندی پر سپیشل ڈانس کرو گی، میں تمہارے ساتھ salon جاؤ گی، ہر جگہ تمہارے ساتھ رہوں گی، پھر اب وہ کہا ہے آپی؟" اس نیلی آنکھیں اٹھائ تو ان میں درد واضح تھا۔

ہم ہمیشہپیار محبت کے بریک اپ کا غم مناتے ہیں، لیکن جانتے ہوں
فرینڈشپ بریک اپ اس سے کئ گناہ زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔

"دوست" یہ لفظ بہت منفرد ہے۔جب یہ ہوتا ہے تو سکون ہوتا ہے اور
جب نہیں ہوتا تو بے چین کر دیتا ہے۔
ایک اچھا دوست نعمت ہوتا ہے، جو صرف قسمت والوں کو ملتا ہے۔

NOVEL HUT

دوست جس سے خون کا رشتہ نہیں ہوتا ، لیکن پھر بھی وہ دل میں سب سے
قریب ہوتا ہے ، وہ دوست جو ہر خوشی اور غم میں ساتھ ہوتا ہے۔

اور اگر وہی دوست برے وقت میں چھوڑ دے تو ، بہت تکلیف ہوتی ہے

۔

دوست اگر دل توڑے تو روح تڑپ جاتی ہے !

"پتہ ہے یسری اس دنیا میں کچھ بھی اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتا ، اگر اللہ کسی کو ہماری زندگی سے نکالتے ہیں تو اس کے پیچھے کوئ نہ کوئ مصلحت ضرور ہوتی ہے " زونیرا نے سمجھانے کی کوشش کی ۔

" وہ کہتی تھی کہ ہم بوڑھے بھی اکٹھے ہوگے ، وہ تو اتنی جلدی ساتھ چھوڑ گئی ، اس نے تو میری طرف کی کہانی جانے بغیر ہی مجھے جج کر لیا ، " نیلی آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے تھے ۔

" اللہ پر بھروسہ رکھو " زونیرا نے کہتے ہوئے اسے سینے سے لگانے کی کوشش کی ، لیکن وہ کہہ رہی تھی ۔

" میں کیسے خوش ہوں ، اس نے تو مجھے بددعا دی تھی ، بددعا دی تھی کہ میں کبھی تڑپوگی ، آج بھی اسکی آواز میرے کانوں میں گونجتی ہے. ۔ ۔ ۔ آج ماما کہہ رہی تھی کہ ، تم دکھی نہ ہو اگر دانیال آج ہوتا تو وہ تمہارے لیے بہت خوش ہوتا ، آپی میں انہیں کیسے بتاتی کہ اگر دانیال آج ہوتا تو وہ سب سے زیادہ غمگین ہوتا " اس کا رونا اب ہچکیوں میں بدل گیا تھا ۔

زونیرا نے اسے خود میں بھینچ لیا تھا، اس سے اسکی چھوٹی سی یسریٰ کی تکلیف برداشت نہیں ہو رہی تھی۔
عروسی جوڑا ابھی بیڈ پر پرا تھا، اور اپنی ناقدری پر دکھی تھا۔

شادی میں ہفتہ رہ گیا تھا، پاشا ہاؤس میں بھی اتنا ہی رش تھا، یہاں بھی مہمانوں کا ڈھیر تھا۔
اس گھر میں کوئی عورت نہیں تھی، لیکن شادی کے اس موقع پر عورتوں کا ڈھیر لگا تھا۔ ہر رشتے دار آگے تھا۔

ہر کام میں سب سے آگے برہان تھا ،
لیکن وہ پھس چکا تھا ، زیان مان تو گیا تھا لیکن جو شرط اس نے رکھی تھی وہ برہان کے بس میں نہیں تھی ۔

NOVEL HUT

۔۔۔۔۔

مغربی طرز میں بنے اس کیفے میں دوپہر کے اس وقت زیادہ رش نہیں تھا ،
نیہا نے گلاس ڈور کھولا تو کافی کی بھینی سی مہک اس تک آئی ۔

.بیلو جینز پر پیلے رنگ کا شارٹ کرتا پہنے، پیروں میں سنیکرز اور بالو کی پانی کیے ،
بغیر میک اپ کے وہ سادہ میں بھی اچھی لگ رہی تھی ،

وہ سیدھ میں دیکھتے ہوئے چل رہی تھی جب سامنے ایک ٹیبل پر اسے وہ
بیٹھا ہوا نظر آیا , اس کے ساتھ کوئ اور بھی تھا لیکن نیہا اس چہرے سے
انجان تھی ۔

آخر کون تھا وہ شخص ؟

NOVEL HUT

باب ہفتم : مسکراہٹِ قلب

ہم پرورش لوح یہ و قلم کرتے رہیں گے
گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے
جو دل اک طرز تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک
اک عرض تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے

NOVEL HUT

آخر کون تھا وہ شخص ؟

ان کے قریب پہنچ کر، اس سے پہلے وہ پوچھتی برہان کہنے لگا۔

"نیہا اس سے ملو یہ ہے زیان، میرا دوست" نیہا نے اچھنبے سے اس لڑکے کو دیکھا، براؤن فل سلیو شرٹ کے ساتھ بلیک جینز پہنے، ماتھے پر بکھرے بال، سنہری آنکھیں جو گلاس ڈور سے چھن کر آتی ہوئی دھوپ کی وجہ سے چندھیا رہی تھی، سرخ و سفید رنگت کا مائل وہ لڑکا بہت خوبصورت تھا۔

لیکن زیان نام سے جو خیال اسکے زہن میں آیا تھا اس نے واضح طور پر اس کے چہرے کے تاثرات میں تبدیلی کی۔

"زیان ہے، یسریٰ شوہر" اور یہ وہ الفاظ تھے جو نیہا سننا نہیں چاہتی تھی۔

وہ ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھی۔

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی برہان"

" ایک دفع نیہا ، صرف ایک دفع میری خاطر ہماری بات سن لو ، پلیس کیا میرا اتنا بھی حق نہیں ہے " برہان کا التجایا لہجہ سن کر نیہا مجبوراً کرسی پر بیٹھ گئ ۔

زندگی بھی کتنی عجیب ہے نہ ، جب کوئ انسان ہمیں تکلیف دیتا ہے تو ہم تہیہ کرتے ہیں کہ اس سے کبھی نہیں ملے گے ، لیکن زندگی پھر اسی شخص کو لاکر ہمارے سامنے بیٹھا دیتی ہے ، اور ہم چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پاتے ۔

NOVEL HUT

" اسے " نیہا نے زیان کی طرف انگلی کی " اسے دانیال کی زندگی کے خواب آتے ہیں" چہرے پر تمسخرانا تاثرات تھے ۔

" بہت بکواس مذاق تھا " لہجہ تنزیہ تھا ۔

"یہ سچ ہے، تم یقین کرو یہ نا کرو، لیکن تم حقیقت کو نہیں بدل سکتی، میں بس تمہاری مدد چاہتا ہوں، مجھے دانیال کے قاتل کو ڈھونڈنا ہے" زیان نے سنجیدگی سے کہا۔

" او ہیلو مسٹر میرے چہرے پر کیا بے وقوف لکھا ہے؟، میں نیہا ہوں ایک ہیکر، ڈارک ویب کی کوین، مجھے بیوقوف بنانے والا ابھی پیدا نہیں ہوا" غصے سے کہتی وہ اٹھی اور باہر کی جانب بڑھی۔

"نیہا، میری بات سنو" برہان اس کے پیچھے بھاگا۔

زیان نے بے زاری سے اس بدتمیز لڑکی کی پشت کو دیکھا، اسے دانیال کی بہن پسند نہیں آئی تھی۔

نیہا ابھی کیفے کے باہر ہی تھی جب برہان نے اسے کلائی سے تھام کر روکا۔
"کیا مسلہ ہے برہان" غصے سے اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔
" وہ سچ بول رہا ہے، میں گواہ ہوں، تمہیں میرا بھی یقین نہیں ہے" برہان نے التجا کی۔
"تم مجھ سے کہ رہے ہو میں اس شخص کے ساتھ مل کر اپنے بھائی کے قاتل کو ڈھونڈوں جو خود اس سب کا ذمہ دار ہے، نہیں دانیال میں ایسا نہیں کروگی، میں نے اپنا بھائی کھویا ہے، میں اس شخص کو معاف نہیں کروگی" آخر میں اس کی آواز لڑکھڑاِئ تھی۔
" فار گاڈ سیک نیہا، زیان یا یسریٰ کا اس سب میں کوئ قصور نہیں ہے، تمہیں یہ حق کسی نے نہیں دیا کے تم بے قصور پر الزام لگاؤں، دانیال کا قتل ہوا ہے قتل، اور سب مل کر اس کے قاتل کو ڈھونڈنا چاہتے ہیں، اور

تم ہم سب کو ہی الزام دے رہی ہو؟ " بولتے بولتے برہان کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

نیہا نے بے اختیار نظریں چرائیں، کہیں اندر سے آواز آئی تھی کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ لیکن پھر اس کی آنا نے آواز اٹھائی" یسریٰ نے دانیال کو ریجکٹ کیا تھا "۔ ہماری خود مظلوم سمجھنے کی عادت کئی دفع ہم سے غلط فیصلے کروا دیتی ہے۔

" برہان عاصف میں نے اپنا بھائی کھویا ہے، تم سب نے کیا کھویا ہے، میرا غم تم سب سے بڑا ہے، وہ میرا جڑواں بھائی تھا " اس کی آواز رندھ گئی تھی" ہم دونوں اس دنیا میں اکٹھے آئے تھے، ہمیں اس دنیا سے اکٹھے واپس

جانا چاہیے تھا " ایک آنسوں اس کی دائیں آنکھ سے گال پر پھسلا " لیکن ایسا نہیں ہوا ، وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا" برہان نے ترحم سے اس کی جانب دیکھا ۔

" ایم سوری میں کچھ زیادہ بول گیا " برہان نے نظریں جھکائے کہا ۔

" کسی کو کھونے کے بعد ہمارے پاس کوئ اور راستہ نہیں ہوتا ، سوائے جینے کے ۔" نیہا نے ہاتھ سے اپنے آنسوں صاف کیے ، اسے اچھے سے ضبط کرنا آتا تھا ۔

NOVEL HUT

" تم لوگوں کو جو کرنا ہے کرو ، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو " کہہ کر وہ رکی نہیں ۔

نیہا نے ہاتھ ہلا کر سامنے سے آتا ہوا رکشہ روکا اور اس میں سوار ہوگئ، ابھی وہ بیٹھی ہی تھی کہ آنکھوں سے پھر آنسو بہنے شروع ہو گئے۔

برہان تب تک اسے دیکھتا رہا جب تک رکشہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوگیا

۔

ایک گہرا سانس ہوا کے سپرد کرتے اس نے اندر کی جانب قدم بڑھائے۔

NOVEL HUT

برہان واپس آکر اپنی جگہ پر بیٹھا تو زیان اسی کا منتظر تھا۔

"پھر؟" زیان نے سوال کیا۔

برہان نے نفی میں سر ہلایا۔

"اب ؟ "زیان نے پھر پوچھا۔

"وہ نہیں راضی ہو رہی، وہ نیہا ملک ہے، اسے کوئ مجبور نہیں کر سکتا اسکے فیصلہ سے ہٹنے کے لیے"

"میں نے تم سے اسکی تعریفیں نہیں پوچھی، کچھ بھی کرو اسے راضی کرو"

زیان نے اسکی باتوں کو مکمل طور پر نظر انداز کیا۔

"اسے تو ایک ہی انسان راضی کر سکتا ہے، اور وہ ہے یسریٰ" برہان کی بات پر زیان نے چونک کر اسے دیکھا۔

"جہاں تک مجھے علم ہے ان دونوں کے اختلافات چل رہے ہیں، دوسرے نمبر پر یسریٰ کو ان سب سے دور رکھو"

" تمہیں لگتا ہے تم یسریٰ قریشی کر ان سب سے بے خبر رکھ سکتے ہو ، وہ تمہاری سوچ سے زیادہ تیز ہے " برہان کے لہجے میں واضح چیلنج تھا۔

" جو بھی ہے ، یسریٰ اسے کیسے راضی کرے گی ؟" زیان نے پہلو بدلا

" یہ تو وہی جانتی ہے ، لیکن تمہیں انتظار کرنا ہوگا ، ایک ہفتے میں شادی ہے ، اب جو بھی ہوگا اسکے بعد ہوگا "

۔۔۔۔

NOVEL HUT

نومبر اپنے دوسرے ہفتے کے اختتام پر تھا اور سردی کی آمد تھی نومبر کا موسم پاکستان میں ایک خاص خاموشی اور سکون لے کر آیا تھا۔ ہوا میں خنکی بڑھ رہی تھی اور درختوں کے زرد پتوں کا گرنا ایک بے آواز کہانی سنا رہی تھی ،

سورج کی روشنی مدھم ہو کر فضا میں ہلکا سا دھندلاہٹ بھر رہی تھی۔

شامیں جلدی اترنے لگی تھی، اور سرد راتیں اپنی چادر تانے آہستہ آہستہ ہر چیز کو اپنی گرفت میں لے رہی تھی،

ہر طرف ایک عجیب سا سکون چھا چکا تھا، جیسے وقت ٹھہر سا گیا ہو، اور انسان اپنے خیالات میں گم ہو جائے۔

لیکن ساتھ ہی نومبر کا موسم پاکستان میں شادی کا سیزن لے کر بھی آتا ہے،

کمرے کا منظر کچھ ایسا تھا کہ ہمیشہ کی طرح ہر چیز بکھری تھی، وہ گم صُم بیڈ پر بیٹھی اپنے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی، مہرون شلوار قمیض پہنے، بھورے لمبے بال کمر سے نیچے تک بکھرے تھے۔

اسکے ہاتھوں سے ابھی بھی مہندی کی مہک آرہی تھی، ساتھ ہی بیڈ پر ہرے اور نارنجی رنگ کا لہنگا موجود تھا، جس کی حالت بتا رہی تھی کہ اسے ابھی کچھ دیر پہلے اتارا گیا ہے اور پھر ایسے ہی رکھ دیا گیا۔

وہ بغور اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے وسط میں لکھے جلی حروف کو دیکھ رہی تھی، جہا ایک دائرے میں "زیان" لکھا تھا۔

آج اسکے شوہر کا نام اسکی ہتھیلی پر بھی درج تھا۔ وہ بہت انہماک سے اس نام کو دیکھ رہی تھی، اسکے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکان تھی جسے وہ خود

بھی انجان تھی ، یہ نام بہت منفرد تھا اور خاص بھی ، وہ شاید آج زندگی میں پہلی دفع اتنے غور سے اسکے نام کو محسوس کر رہی تھی ۔

وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب اسے کچھ دیر پہلے کا منظر یاد آیا ۔

مہندی کا فنکشن ہال میں تھا ، صرف لڑکی والوں نے مہندی کی تھی ، وہ سب دلہن سمیت گھر آئے تو یسریٰ دلہن کے روپ میں زونیرا اور اپنی کزنوں کے ہمراہ کمرے میں آکر بیٹھی ، ابھی وہ اپنے ہیلز اتار رہی تھی کہ براق قریشی اور جویریہ کمرے میں داخل ہوئے ۔

جویریہ کی آنکھوں کا اشارہ سمجھ کر زونیرا تمام کزنوں کو لے کر کمرے سے چلی گئ ۔

وہ دونوں قدم قدم چلتے ہوئے اسکے پاس بیٹھ گئے، ایسے کہ اسکی دائیں جانب جویریہ اور بائیں جانب براق قریشی تھے، ان کے ہاتھ میں ایک فائل تھی، جسے انہوں نے اس کی جانب بڑھایا۔

"یہ کیا ہے بابا؟" اس نے اچھنبے سے فائل کو دیکھا، سیاہ رنگ کی لیدڑ فائل جو پکڑنے میں بھی وزنی تھی۔

NOVEL HUT

"یسریٰ تم ہماری اکلوتی بیٹی ہو، ہمارا سب کچھ تمہارا ہی ہے، میری اٹارنی تو تم ہی ہو، لیکن پھر بھی میں اپنی زندگی میں ہی تمہیں سب کچھ دے دینا

چاہتا ہوں" یسریٰ نے حیرانی سے جویریہ کی جانب دیکھا، وہ بھی آنکھوں سے ان کی بات کی تائید کررہی تھی۔

" لیکن بابا " اس نے کہنا چاہا۔

" ان پیپرز کے مطابق میں نے اپنی جائیداد %50 اور بزنس میں سے بھی %50 شیرز تمہارے نام کردیے ہیں، باقی کے %50 میرے مرنے کے بعد تمہارے نام ٹرانسفر ہو جائے گا، اور" ابھی وہ اور کچھ کہتے یسریٰ نے انکے سینے پر سر رکھ دیا۔

" بس بابا، آپ مجھے رولانا چاہتے ہیں، مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے، مجھے ابھی کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے" اس کی آنکھوں میں نمی آگئی تھی۔

" یسری بیٹا ہم تمہارے لیے بہت خوش ہیں، زیان بہت اچھا ہے، مجھے امید ہے وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا " جویریہ نے بھی محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

" میری بیٹی خوش ہے نہ ؟" براق قریشی کے اچانک سوال پر یسریٰ نے ان کی طرف دیکھا۔

دل میں سوچا کیا وہ خوش ہے، پھر سنہری آنکھیں یاد آئ تو دل نے اقرار کیا کہ وہ خوش ہے۔

" جی بابا، پر میری جاب ؟" وہ جواب جانتی تھی۔

" قریشی انڈسٹری تمہاری ہے، جب مرضی جوائن کرلو، زیان یا پھر عثمان کو اس سے کوئ مسئلہ نہیں ہے"

" کیا ضرورت ہے شادی کے بعد کام کرنے کی، ویسے بھی اس گھر میں کوئ عورت نہیں ہے، تم وہاں جا کر اس گھر کو سنبھالنا " جویریہ تھی تو مشرقی ماں ہی۔

" بھئ آپ ہماری بیٹی کو فورس نہ کرے، میری بیٹی کا جو دل کرے گا وہی کرے گی " انہوں نے محبت سے اپنی بیٹی کو دیکھا، یسریٰ کو ان آنکھوں میں صرف اور صرف محبت نظر آرہی تھی۔

NOVEL HUT

وہ حال میں واپس آئ جب کمرے کی کھڑکی زور سے بند ہوئ، وہ اٹھی اور کھڑکی کی جانب بڑھی، باہر تیز ہوا چل رہی تھی، یقیناً بارش ہونے والی تھی ۔نومبر کی بارش۔

۔۔۔۔

رات کے 12 بجے اگر دیکھا جائے تو قریشی ولا کے سامنے ایک گاڑی رکی تھی ، پورے ولا کو لائیٹو سے سجایا گیا تھا ، باہر سے نظر آنے والا ٹیرس بھی مکمل سجا تھا ، رات کے وقت بھی تمام لائیٹس آن تھی ، رنگ برنگی لائٹوں سے سجا یہ گھر محل لگ رہا تھا ، وہ محل جس کے اندر اسکی شہزادی رہتی تھی

،

سیاہ Audi کا دروازہ کھلا اور سفید سنیکرز میں مقید پاؤں نے زمین پر قدم رکھا ، باہر آکر اسنے گاڑی کا دروازہ بند کردیا ۔

بلو جینز پر وائٹ وی نیک کے ساتھ بلیک لیدر جیکٹ پہنے ، ماتھے پر بکھرے
بال ،
زیان پاشا رات کے اس وقت اپنی بیوی کے گھر کے باہر کھڑا تھا ،
کیوں ،
کیونکہ وہ اپنی بیوی کی ایک جھلک دیکھنا چاہتا تھا ،
ابھی تھوڑی دیر پہلے اس تک مہندی کی تصویریں پہنچی تھی ،
اس سے رہا نہیں گیا ، وہ یہاں کھڑا تھا ،
نہ جانے کس امید میں وہ نہیں جانتا تھا ،

تیز ہوائیں چل رہی تھی ۔ ٹھنڈی ہوائیں ۔

NOVEL HUT

وہ گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا ، پنٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اس روشنیوں سے جگمگاتے گھر کو دیکھ رہا تھا،

جس کے اندر اسکی دلہن تھی ،

بس ایک نظر ہی تو دیکھنا چاہتا تھا وہ اسے ۔

" کبھی تک کے در کو کھڑے رہے، کبھی آہ بھر کے چلے آئے

تیرے کوچے میں جو ہم آئے بھی تو ٹھہر ٹھہر کے چلے گئے"

وہ زیرِ لب بربڑا رہا تھا ۔

وہ اپنی سوچوں میں ایسے ہی گم کھڑا تھا جب اسے اپنے چہرے پر کچھ گیلا محسوس ہوا، اس نے بے اختیار اپنے ہاتھ سے چھو کر دیکھا تو وہ پانی تھا،

اسی دوران اس کے ہاتھ پر بھی قطرے نمودار ہوئے،

ایک قطرہ

دوسرا قطرہ

سڑک پر قطرے نمودار ہوئے،

اور دیکھتے ہی دیکھتے قطرے بارش میں تبدیل ہوگئے

بارش کے نرم قطروں نے جیسے ہی زمین کو چھوا، فضا میں خوشبو بکھر گئی۔

بارش شروع ہوگئی،

نومبر کی بارش،

ٹھنڈی بارش

NOVEL HUT

خوبصورت بارش،

اس نے گاڑی سے چھاتا نکالا، ٹرانسپیرنٹ چھتری،
اور واپس اسی جگہ آکر کھڑا ہوگیا۔
یہ تو تہہ تھا کہ ابھی اسے یہاں سے نہیں جانا تھا،
اسکی دلہن بارش کی عاشق تھی،
یعنی قدرت بھی اسکا ساتھ دے رہی تھی،
اس نے مسکرا کر بارش کو دیکھا۔

۔۔۔

یسری جو کھڑکی کے پاس کھڑی تھی ، بارش دیکھتے ہی وہ الٹے پاؤں کمرے سے نکلی اور ، ٹیرس کی جانب بھاگی ، جوتے پہنا اسے یاد کہا تھا ،

ٹیرس کا دروازہ کھولتے ہی اس نے ایک لمبا گہرا سانس لیا ،

مٹی کی خوشبو ،

خاص بارش کی مہک ،

افففف یہ خوشبو،

اس کی جان تھی یہ بارش کی خوشبو ،

NOVEL HUT

اس نے اپنا سرخ و سفید پاؤں جیسے ہی ماربل کے گیلے ٹیرس کے فرش پر رکھا ،

ایک ٹھنڈ کی لہر پورے جسم میں پھیلی ،

اور پھر اس نے دوسرا پاؤں بھی گیلے فرش پر رکھ دیا ،

وہ کچھ لمحوں میں ہی بارش کے ٹھنڈے پانی سے بھیگ چکی تھی ،

نیلی آنکھوں میں خوشی تھی ،

پلکوں کی باڑ بارش سے جھک رہی تھی ،

اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر وہ جھوم رہی تھی ،

بارش میں ،

اور کوئی مسکراتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا ،

مسکراہٹ میں محبت تھی ،

قریشی ولا کا ٹیرس فرنٹ پر ہی تھا ، وہا سے کوئی بھی با آسانی سڑک پر کھڑے
لوگوں کو دیکھ سکتا تھا ،

بارش میں جھومتے جھومتے وہ ٹیرس کے بنیرے تک پہنچ گئ ،
بنیرے کو پکڑ کر وہ ارد گرد کا منظر دیکھ رہی تھی ، جب اسکی نظر اپنے گھر کے
سامنے کھڑے شخص پر پری ،
جو سیاہ رنگ کی گاڑی کے ساتھ کھڑا تھا ،
ہاتھ میں چھاتا پکڑے وہ شخص آدھا بھیگ رہا تھا ،
لیکن اسکی توجہ کا مرکز اس شخص کی گہری نظریں تھی ،

NOVEL HUT

جو وہ اپنے وجود پر محسوس کر رہی تھی،

اور پھر اسکی نظر گاری پر پری،

گاڑی کا نمبر،

یہ تو وہ لاکھوں میں پہچان سکتی تھی،

وہ الٹے قدموں پیچھے ہوئ، اور بھاگنے کے انداز میں ٹیرس سے نکلی،

کاریڈور میں ایک مقام پر اسکے گیلے پاؤں بھی پھسلے تھے،

لیکن اس نے خود کو بچا لیا،

نیم اندھیرے گھر میں، وہ اکیلی بھیگی ہوئی بھاگ رہی تھی،

اور وہ بھی دلہن ہو کر۔۔

گیٹ تک پہنچ کر اس نے آہستگی سے اندرونی گیٹ کھولا ، گارڈ بارش کی وجہ سے اند جا چکا تھا ، وہ بیرونی گیٹ تک پہنچی اور اسے کھول،

وہ سامنے کھڑا تھا ،

بائیاں ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے ،

اور دائیں ہاتھ سے چھتری تھامے ،

وہی ازلی حلیہ ،

اور وہی وجاہت ۔

وہ دو قدم آگے بڑھی ،

تو وہ بھی اس کے قریب آیا ۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے،

NOVEL HUT

بارش ان پر برس رہی تھی۔
سنہری آنکھیں بھگتی ہوئ نیلی آنکھوں میں گم تھی،

یسریٰ کے لمبے بال بھیگ کر اس کے چہرے پر بکھر چکے تھے، اور وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ زیان کو دیکھ رہی تھی۔

زیان جو دنیا جہاں کی محبت اپنی آنکھوں میں سموئے اپنی دلہن کو دیکھ رہا تھا۔
وہ اپنی گہری نظروں سے اسکی گورے ہاتھوں پر لگی مہندی دیکھ رہا تھا،
اس کے نام کے حروف بارش میں بھیگ رہے تھے۔

NOVEL HUT

"تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو ؟"

بارش کے شور کی وجہ سے اس نے قدرے زور سے کہا۔

"یہ تو مجھے پوچھنا چاہیے، رات کے اس وقت تم اس حلیے میں یہاں کیا کر رہی ہو ؟"

زیان نے کہتے ہوئے نظریں موڑ لی،

تو یسریٰ نے فوراً اپنے آپ کو دیکھا،

اس پر ایک شدید انکشاف ہوا تھا،

شرمندگی سے اسکا سر جھک گیا تھا۔

مہرون سوٹ، بھیگنے کی وجہ سے مکمل طور پر اس کے جسم سے چپک گیا تھا، اور دوپٹہ وہ تو اسے یاد بھی نہیں تھا کہ اس نے آخری بار کب دیکھا تھا، ہاں مہندی پر ! اوپر سے اس نے جوتے بھی نہیں پہنے تھے،

میڈم ننگے پاؤں سڑک پر کھڑی تھی ،

افففف اتنی ذلت وہ بھی اس شخص کے سامنے ، یسریٰ نے آنکھیں میچ لی۔

اسنے آنکھیے تب کھولیں جب اسے اپنے کندھوں پر کچھ محسوس ہوا ، کچھ

وزنی ، شائد کوئ کپڑا ،

اس نے آنکھیں کھول کر اپنے شانوں پر دیکھا تو وہ اپنی سیاہ لیدر جیکٹ اس

پر ڈال رہا تھا ،

نظریں ابھی تک جھکی تھی ،

اس کے ہاتھ میں چھتری تھی ؟

یسریٰ نے یاد آنے پر ادھر اُدھر دیکھا ،

ٹرانسپیرنٹ چھتری اس وقت ان کے دائیں جانب زمین پر گری تھی ۔

وہ اب بھیگ رہا تھا ، سفیدٹی شرٹ بھیگ چکی تھی ۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو ؟"

یسریٰ نے دوبارہ پوچھا ۔

"میں تمہیں کیوں بتاؤں ؟"

اس کے سوال پر وہ خاموش ہوگئ ،

پھر وہ تھوڑا جھجھکتے ہوئے گویا ہوا

"تم نے اپنے ہاتھ پر میرا نام لکھوایا ہے ؟"

نظریں اسکے ہاتھوں کی جانب تھی ۔

نا چاہتے ہوئے بھی یسریٰ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئ تھی ۔

اس نے اپنا دائیاں ہاتھ اس کی جانب کیا ، جہاں لکھا "زیان" بارش سے بھیگ رہا تھا ۔

زیان نے بغور اس کا ہاتھ دیکھا ،
پھر مسکراتے ہوئے نیلی آنکھوں میں دیکھا ،

"بہت خوبصورت ہے" نرمی سے کہا ۔

یہ تعریف تھی ، مہندی کی ، یہ اسکے نام کی ؟ ، جو بھی تھا ،وہ مسکرا رہی تھی ،
دل سے ۔

NOVEL HUT

"تم نے میرا نام نہیں لکھا ؟"
یسریٰ کے اچانک پوچھنے پر وہ تھوڑا گھبرایا ۔
"میں ؟ ۔ ۔ لڑکے مہندی نہیں لگواتے" اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے کہا ۔

"یہ کہا لکھا ہے کہ لڑکے مہندی نہیں لگاتے، ہاں اگر تم بھی gender inequality پر یقین رکھتے ہو تو میں کیا کہہ سکتی ہوں"

یسریٰ کی بات پر وہ تو حیران ہی ہوگیا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے"

اس کا چہرہ بظاہر پُرسکون تھا،

"اچھا اب تم جاؤں" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"پہلے تم اندر جاؤں میں پھر چلا جاؤں گا"

اس نے کہتے ہوۓ زمین سے چھتری آٹھاۓ اور اسے بند کیا،

"اوکے پھر، اللہ حافظ" وہ کہتے ہوۓ دروازے کی جانب بڑھی،

وہ مسلسل اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

وہ لمحے کے لیے رکی اور پلٹی،

"یہ جیکٹ ؟" اس نے پوچھا ۔

" تم ابھی رکھ لو میں بعد میں لے لو گا "

" نہیں ابھی نہیں رکھ سکتی ، میرا سارا سامان پیک ہو چکا ہے ، ابھی کسی نے دیکھ لی تو میں کیا کہوں گی " کہتے ہوئے اس نے جیکٹ اتار کر اسکی جانب کی ۔

زیان نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے جیکٹ تھام لی ۔

اس نے دروازہ بند کر دیا تھا ، یعنی اب اسے بھی جانا تھا ۔

مسکراتے ہوئے اپنی جیکٹ کو دیکھا اور پھر گاڑی کی جانب قدم بڑھائے ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

فجر کی اذان کب کی ہو چکی تھی، ساری رات بارش کی وجہ سے آج موسم کافی بھلا بھلا سا تھا، کافی سرد اور خوشگوار، سڑکے ابھی تک گیلی تھی، کچھ کچے علاقوں میں تو پانی بھی اکٹھا ہو گیا تھا، اور باغات تو سب سے حسین لگ رہے تھے،

ملک ہاؤس میں آج کافی خاموشی تھی، وجہ اسکی یہ تھی کہ عزمت صاحبہ ہمسائیوں کے گھر میلاد پر گئ تھی، اور گھر میں صرف وہ اکیلی تھی۔
وہ اس وقت چھت پر بیٹھی تھی، سیاہ شلوار کے اوپر پیلی ٹی شرٹ پہنے، کندھوں پر شال لپیٹے، بالوں کو آزاد کیے، وہ اس خاص اینٹ پر بیٹھی تھی، جہاں کبھی دانیال بیٹھتا تھا۔

اس وقت اس کی توجہ فون پر تھی ، جہاں مہندی کی دلہن بنے یسریٰ کھڑی تھی ۔

رات کو یہ تصویریں اسے ان دوستوں نے بھیجی تھی جو مہندی میں گئے تھے ، اور یہ تصاویر تو انسٹاگرام پر بھی تھی ۔

سیاہ آنکھوں میں وہی محبت تھی ، اداسی تھی ، ایک اداس مسکراہٹ تھی اسکے چہرے پر اس وقت ۔

" ماشاء اللہ بہت خوبصورت لگ رہی ہو تم ، اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے ، میں تمہیں معاف نہیں کر سکتی ، میرے اندر اتنا ظرف نہیں ہے"

حلق میں آنسوں کا گولا بن گیا تھا

" لیکن میری دعا ہے تم ہمیشہ خوش رہو"

ہتیلی سے آنسو صاف کرتی وہ تصویر زون کرنے لگی ۔

پاکستان کے ایک مشہور اور اعلیٰ طبقے کے شادی ہال میں روشنیوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ ہر طرف جگمگاتے فانوس اور شاندار پھولوں کی سجاوٹ نے ماحول کو دلکش بنا دیا تھا۔ ہال کے اندرونی حصے میں سنہری اور سفید رنگ کا امتزاج استعمال کیا گیا تھا جو شاہانہ احساس پیدا کر رہا تھا۔ سفید ریشم کے پردے اور آرائشی فانوسوں سے سجی چھت میں جھلملاتی روشنی نے مہمانوں کو ایک خواب جیسی کیفیت میں مبتلا کر دیا تھا۔

NOVEL HUT

سامنے، اسٹیج پر بیٹھے ہوئے دلہا اور دلہن، شاہانہ انداز میں مسکراتے ہوئے انتہائی دلکش لگ رہے تھے۔

عروسی جوڑا ہیں یسریٰ، نیوڈ میک اپ کے ساتھ بہت خوبصورت لگ رہی تھی، نیلی آنکھیں میک اپ کی وجہ سے مزید جگمگا رہی تھی، یسریٰ کے سر پر بھاری دوپٹہ تھا جو موتیوں اور سونے کے دھاگے سے کڑھا ہوا تھا،

جبکہ زیان نے تلے کے کام والی اوف وائٹ شیروانی پہن رکھی تھی۔

سنہری آنکھوں میں آج انہونی چمک تھی،

جب اس نے پہلی دفع یسریٰ کو دلہن کے روپ دیکھا، تو حیران ہی رہ گیا تھا، ابھی بھی وہ نظر بچا بچا کر اسے دیکھ رہا تھا،

اسٹیج کے گرد لگی پھولوں کی جھالر اور شاندار ڈیکوریشن نے ماحول کو مزید خوشگوار بنا دیا تھا۔

مہمان، جو کہ پاکستان کے اعلیٰ طبقے کے افراد تھے، نفیس لباس میں ملبوس تھے اور خوبصورت زیورات میں جھلملاتے نظر آ رہے تھے۔ ہر ایک کے چہرے پر خوشی کی جھلک تھی۔

ویٹرز، کالے کوٹ اور سفید دستانوں میں، خاموشی سے مہمانوں کی خدمت میں مصروف تھے، ہر تھوڑی دیر بعد ٹرالیوں پر لذیذ کھانے اور ٹھنڈے مشروبات پیش کیے جا رہے تھے۔

ایک جانب، موسیقی کی مدھم دھنیں فضاء میں پھیل رہی تھیں اور پنڈال میں ہر سو خوشبوؤں کا راج تھا۔

ہر قدم پر لوگ باتوں میں مگن تھے، ہنس رہے تھے، اور ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔

رپورٹرز بری مہارت سے تقریب کو محفوظ کر رہے تھے ،
آج کی سب سے بڑی ہیڈلائن یسریٰ قریشی اور زیان پاشا کی شادی تھی ،
انسٹاگرام کی ٹرینڈنگ ویڈنگ ،

اس وقت براق قریشی اور عثمان پاشا کے تعلقات دیکھ کر ہر کوئ جلن کا شکار ہو رہا تھا ،
ظاہر سی بات ہے پاکستان کے دو بڑے مشہور و معروف بزنس مین میں اتنا اتفاق کس سے ہزم ہونا تھا ۔

زونیرا اس وقت سیاہ چمکدار ساڑی میں ملبوس تھی ، بالوں کو کرل کرکے کمر پر آزاد چھوڑا گیا تھا ، سموکی آئیز کے ساتھ مہرون لپ سٹک لگائیں ،پینسل ہیل ،
اسے دیکھ کر کسی چھبیس سالہ لڑکی کا شعبہ ہوتا تھا ، اللہ نے اسے واقع خوبصورتی کی لمبی عمر دی تھی ، کوئی بھی یہ یقین نہیں کر سکتا تھا کہ وہ تیس سال کی ہے ۔

وہ مِسٹر اور مِسسز حمدانی سے مہوِ گفتگو تھی ، وہ دونوں ڈاکٹر تھے ، اور ایک پرائیویٹ ہسپتال چلا رہے تھے ، نسل در نسل امیر تھے ، ان کی عمریں تقریباً چالیس سال تک ہوگی ، لیکن میکپ نے سب کو خوبصورت بنا رکھا تھا ۔

"ماشاء اللہ دولہا دلہن کی جوڑی بہت خوبصورت ہے، تم کب کررہی ہو شادی" مسز حمدانی کے لہجے میں تمسخر واضح تھا۔

" ابھی تو کوئی ارادہ نہیں ہے، آپ بتائیں کیسا چل رہا ہے ہسپتال، اور بچے کیسے ہیں"

" بس زونیرا اب ہر کسی لائف تمہارے جیسی تھوڑی ہوتی ہے، کہ طلاق کے بعد بھی سکون سے زندگی گزاروں، اور ماشاء اللہ سے روز بہ روز ترقی کرو "

عورتیں تنز سے باز نہیں آتی، اب چاہے وہ ایلیٹ کلاس سے ہو یہ مڈل۔

" بس کرم ہے اللہ کا، اب ہر کوئی اپنے سابقہ منگیتر سے دوستی کی آڑ میں غیر قانونی کام کرنے کے لیے فیور تو نہیں لے سکتا "

سامنے بھی زونیرا بیگ تھی،

اس کی سیاہ آنکھوں کی چمک لمحے کے لیے بھی ماند نہیں پڑی تھی ، ایک جان لیوا مسکراہٹ تھی اس کے چہرے پر ۔

وہ عورت تو دانت پیس کر رہ گئی تھی ، ہر طرف میڈیا تھا اور وہ سب کے سامنے میڈیا کوئین سے پنگا نہیں لے سکتی تھی ، اس نے تو پول کھولنے میں لمحہ نہیں لگانا تھا ۔

وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے وہاں سے چلی گئی ، ابھی زونیرا پلٹی تھی کہ وہ اس کے پیچھے کھڑا تھا ،

عین سامنے ،

NOVEL HUB

سیاہ شلوار قمیض کے اوپر سیاہ ویلوٹ کا چمکتا ہوا کوٹ پہنے، بالوں کو بلو ڈرائیر کی مدد سے سیٹ کیے، ہر لحاظ سے خوبصورت لگ رہا تھا، "برہان عاصف"۔

" اسلام علیکم ! پہچانا ؟ "
کتنے وقار سے کہا تھا اسنے، جبکہ دل کا حال صرف وہی جانتا تھا۔
زونیرا نے اسے آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھا،
جیسے دماغ پر زور ڈال رہی ہو۔
" غالباً آپ کو نہیں یاد، ہم دو سال پہلے ملے تھے، میں برہان عاصف ہوں، میں اپنے والد کا بزنس رن کرتا ہوں "
زونیرا نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

" اب یاد آیا ؟"

اس نے امید سے پوچھا ،

کہیں اندر دل میں درد بھی اٹھا تھا کہ اسے تو وہ یاد بھی نہیں ہے ۔

" نہیں ، کیا میں نے آپ کا انٹرویو لیا تھا ؟"

" آپ نے میری جان بچائی تھی ، مجھے خودکشی کرنے سے روکا تھا " برہان کہہ رہا تھا اور وہ مسکرا رہی تھی ،

پھر وہ دو قدم آگے آئ ۔

" بڑا لگا نا ، یہ جان کر کہ میں تمہیں نہیں پہچانتی "

"کیا مطلب؟"

" جناب میں زونیرا بیگ ہوں ، اگر آپ ہمیں پہچاننے سے انکار کر سکتے ہیں تو ہمیں بھی شناسا کو انجان کرنے کا ہنر آتا ہے "

ایک ایک لفظ چبا کر ادا کیا گیا تھا۔

لیکن خلافِ توقع سامنے والے کے چہرے پر مسکراہٹ آئ تھی اور انکھوں میں چمک،

وہ نہیں بدلی تھی،

دو سال بعد بھی۔

"آپ ہمیشہ مجھے ایک نئے انداز سے متاثر کرتی ہیں"

"شکریہ"

مسکراہٹ تو جیسے اس کے چہرے سے جدا نہیں ہوتی تھی۔

"میں نے آپ کو میسج کیا، بہت دفع، لیکن آپ نے کبھی رپلائے نہیں کیا"

اس نے سر کھجاتے ہوئے کہا، لہجے میں اداسی تھی۔

" معزرت میں نے غور نہیں کیا، تم مجھے ابھی کال کرو، میں سیو کرتی ہو

تمہارا نمبر "

اس نے کہہ کر اپنے فون کی جانب دیکھا،

برہان نے تھوڑا جھجھکتے ہوئے فون کھولا وہ اس کے سامنے کیسے کال کرتا،

جس کا نمبر اس نے " خوبصورت چڑیل " کے نام سے سیو کیا تھا

" کرونا "

وہ جیسے جلدی میں تھی۔

برہان نے فوراً فون کی برائیٹنس آف کی اور پھر کال ملائ۔

رنگ ٹون بجتے ہی اسنے فون دیکھا اور کچھ ہی لمحوں میں نمبر سیو کر لیا۔

"Enjoy the wedding"

مسکرا کر کہتے ہوئے وہ چل دی،

اس کا رخ سٹیج کی جانب تھا۔

وہ ابھی تک اس کی موجودگی کے سحر میں تھا۔

NOVEL HUT

ایئرپورٹ کی چمکتی ہوئی روشنیوں میں ایک شخص جس کا قد بلند تھا، خود اعتمادی اور خاموش جاذبیت کے ساتھ داخل ہوا تھا۔ اس کے لباس میں

مہنگے کٹ کا سوٹ تھا ، جو خاص طور پر ایک معروف ڈیزائنر یعنی بیگز فیشن انڈسٹری کی تخلیق تھا ،

اُس کی شان میں مزید اضافہ کررہا تھا ،

اس کے چہرے پر ایک سکون بھری مسکراہٹ تھی ،

لیکن اس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی جو کسی منصوبے کی نشاندہی کررہی تھی۔

اس کے ارد گرد سیاہ یونیفارم میں ملبوس گارڈز کی ٹیم تھی ، وہ اپنے گارڈز کے ساتھ چل رہا تھا ، جو اُس کے گرد ایک حفاظتی حصار بنارہے تھے ۔ لوگ اُس کی جانب دیکھ رہے تھے، کچھ تو اس کی طاقتور موجودگی سے خوفزدہ جبکہ کچھ اُس کی دولت اور اثر و رسوخ سے متاثر ہورہے تھے ،

جیسے ہی وہ ایئرپورٹ کے باہر نکلا، اُس کی لیموزین کار اُس کے انتظار میں کھڑی تھی۔

ڈرائیور نے مؤدب انداز میں سلام کیا، جس کا اس نے کھلی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا، ہمیشہ کی طرح وہی خاص انداز۔

"یقیناً تم نے کسی کو میرے آنے کی اطلاع نہیں کی ہوگی، آخر کو یہ سرپرائز جو ہے"

"جی سر، ایسا ہی ہے"

ڈرائیور نے مؤدب انداز میں کہا،

اور اسکے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

اندر بیٹھتے ہوئے اس نے کہا۔

NOVEL HUT

"چلو، یسریٰ اور زیان کی شادی میں چلیں۔"،

اس کی آنکھوں میں ایک حزن تھا، ایک بے خوفی،

کچھ نہ کھونے کی مہک،

سب کچھ کھو دینے کے بعد کی مضبوطی،

ٹوٹ کر جڑنے کا احساس،

لیموزین میں بیٹھتے ہی اُس نے اپنے موبائل فون کی سکرین کو چیک کیا۔

کار کی رفتار تیز ہو رہی تھی، اور شہر کی رونقیں گزرتی جا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اپنے خیالات میں گم تھا،

شادی ہال پہنچتے ہی، وہ باہر نکلا۔ اُس کے پیچھے بھاگتے ہوئے فلیش کیمرے،
اُسے ایک اسٹار کی طرح دکھا رہے تھے۔
اس کی آمد غیر متوقع تھی،
اس لیے ان سب رپورٹرز کا مرکز اس وقت وہ تھا۔
جیسے ہی اس نے ہال کے اندر قدم رکھے،
ایک طاقتور ہوا نے اُس کی موجودگی کو محسوس کروایا۔
اس کے پیچھے سے اس کے گارڈز جو رپورٹرز کو اس کی جانب آنے سے
روک رہے تھے۔

شادی کے مہمانوں کی آنکھیں اُس کی جانب مڑی۔

وہ ایک بار پھر مسکرایا تھا ،

ایک گہری مسکراہٹ جو اس کے جاذب چہرے پر دلہا دلہن کو دیکھ کر آئ

تھی ۔

اس گہری مسکراہٹ نے پوری کوشش کی تھی ، اس کی آنکھوں کی سرخی کو

چھپانے کی ۔

سلطان بیگ نے یہ طے کر لیا تھا کہ آج وہ اُس کی زندگی میں ایک نیا باب

شروع کرے گا، اور سب کچھ اُس کے کنٹرول میں ہوگا۔

"خدا کی قسم، یہ تقریب صرف ایک آغاز ہے,"

وہ اپنے دل میں کہتا ، ہال کی طرف بڑھا،

جہاں اُس کی خوشی اور انتقام دونوں سا ملا جلا چہرہ موجود تھا ،

"سلطان" حیرانی سے یہ الفاظ ادا کرنے والے داؤد بیگ تھے ،

وہ قدم قدم چلتا سٹیج کی طرف آرہا تھا ، اس کا رعب تھا کہ شخصیت کا اثر ہر کوئ رک کر اسے دیکھ رہا تھا ۔

"سلطان بھائ آگئے" یسریٰ کے خوشی سے کہنے پر زیان نے بھی اسی جانب دیکھا ۔

"ہاں" زونیرا نے بھی اسی جانب دیکھتے ہوئے کہا ، لیکن اس کے لہجے میں خوشی نہیں تھی ۔

وہ سٹیج پر آچکا تھا ۔ اس کے آتے ہی یسریٰ اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئ ۔ اس کی وجہ سے زیان بھی کھڑا ہوگیا ۔

" ارے تم لوگ بیٹھوں آٹھ کیو گے"

" میں آپ سے بہت ناراض ہوں ، آپ بغیر بتائیں ہی چلے گئے"

" ارے دلہن صاحبہ ، آپ کی ناراضگی سے بچنے کے لیے تو آج آگیا ہوں"

کہتے ہوئے اس کی نظریں زیان کی جانب تھی ۔

" اسلام علیکم ، سلطان آپ کیسے ہیں ؟"

اس کو اپنی جانب دیکھتے ہوئے زیان نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا ،

" وعلیکم السلام ، میں بلکل ٹھیک "

سلطان نے کہتے ہوئے اسے ہاتھ سے پکڑ کر گلے لگا لیا تھا ۔ ناجانے کیوں

لیکن زیان کو یہ شخص عجیب لگ رہا تھا ۔

"بیٹھوں تم دونوں ، میں ذرا بڑوں سے مل لوں "

کہتے ہی وہ سٹیج سے چلا گیا ۔

اس کے جاتے ہی ، زونیرا نے بھی اس کے پیچھے قدم بڑھائے ۔

سلطان بہت گرم جوشی سے سب سے ملا ،

" سلطان بیٹا بات سنو ذرا "

داؤد بیگ نے چہرے پر مسکراہٹ سجائے اسے کہا ، تو وہ اکسکیوز کر کے ان کی جانب آیا ۔

" جی ڈیڈ "

معصومیت سے پوچھا ۔

اب وہاں صرف داؤد بیگ اور علینہ بیگ تھی ، زونیرا بھی پیچھے سے آگئ تھی ،

" سلطان تم اگلے ہفتے آرہے تھے "

علینہ بیگ نے مسکراتے ہوئے پوچھا ، لیکن ان کی آنکھوں کی تنبیہ وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا ،

" It's a surprise, Mom "

مسکراتے ہوئے کہا گیا یہ جملا ان تینوں کو بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔

"جب میں نے تمہیں کہا تھا تم شادی پر نہیں آؤں گے، تو تم کیوں آئے"

داؤد بیگ کے لہجے میں واضح غصہ تھا۔

" جہاں تک مجھے یاد ہے، میں آپ کی ہر بات ماننے کا قائل نہیں ہوں، مجھے پوری آزادی حاصل ہے، اپنے فیصلے خود لینے کی" ہر لفظ چبا کر ادا کیا گیا تھا، لیکن مسکراہٹ ابھی تک چہرے پر تھی۔

"تم جانتے ہو نہ، تم داؤد بیگ سے بات کر رہے ہوں"

جتایا گیا تھا اسے۔

"بہت اچھے سے"

جواب آیا۔

" پھر یہ بھی جانتے ہو گے میں کیا کیا کر سکتا ہوں "

آنکھوں کا غصہ بڑھ گیا تھا۔

" میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ بیگز فیشن انڈسٹری کو سلطان بیگ کی اشد ضرورت ہے ، اور ایسے میں داؤد بیگ ، سلطان بیگ کو نقصان پہنچانا افورڈ نہیں کر سکتے " لہجا دھیما تھا ،

لیکن وہاں موجود ان تینوں کو ایک بہت بڑا انکشاف کروا چکا تھا۔

سلطان بیگ واقع میں بدل گیا تھا۔

داؤد بیگ کی آنکھوں میں تکلیف واضح تھی ، ہمیشہ فرمابرداری کرنے والی اولاد آج انہیں ہی باور کروا رہی تھیں۔

وہ۔ اسے ایک غصیلی نگاہ سے دیکھ کر چلے گئے ،

" ویری بیڈ سلطان "

علینہ بیگ نے بھی کہتے ہوئے ان کے پیچھے قدم بڑھائے۔

"تم نے بھی کچھ کہنا ہے"

اب سلطان نے خاموش کھڑی زونیرا کو مخاطب کیا۔

اس کی بات سنتے، زونیرا دو قدم قریب آئ اور خاموشی سے اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔

یہ عمل سلطان کے لیے غیر متوقع تھا،

وہ حیرانی سے اپنی بہن کو دیکھ رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں یہ وقت آپ کے لیے بہت تکلیف دہ ہے، پلیس خود کو اتنا نہ بدلنا کہ آپ اپنی بہن کو بھی پہچان نہ پائے"

اور سلطان بیگ ٹھر گیا۔

الفاظ تھے یہ آئینہ ؟

وہ توسن ہو گیا تھا ۔

زونیرا اس سے الگ ہوئ ،

اور بغیر کچھ کہے وہاں سے چلی گئ ۔

واقع میں بہنیں ایسی ہی ہوتی ہے ، بھائ لاکھ غلط سہی ، لیکن بہنوں کا دل ہمیشہ نرم ہوتا ہے ۔

NOVEL HUT

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

پاشا ہاؤس میں اس وقت گہما گہمی مچی تھی، آج دلہن رخصت ہو کر اس گھر میں آئی تھی۔

لڑکیاں یسریٰ کو بیڈ پر بیٹھا رہی تھی، ایک لڑکی نے اس کو دلہنوں کی طرح بیڈ پر بیٹھنے کو کہا تو، یسریٰ نے سہولت سے انکار کر دیا۔

وہ لڑکیاں بھی سر ہلا کر کمرے سے چلی گئی۔

اب وہ اکیلی اس کمرے میں بیٹھی تھی، اسے پیروں میں شدید درد ہو رہی تھی، اس نے جھک کر سینڈل اتاری تو وہا پاؤں کی ایڑی سے زرا اوپر سرخ نشان بن گئے تھے۔

واقع میں دلہن بننا آسان نہیں تھا۔

جوتے اتار کر وہ اٹھی اور ڈریسنگ ٹیبل کے قریب گئی۔

خود کو دیکھا، وہ مکمل دلہن لگ رہی تھی، ہر لحاظ سے خوبصورت۔

پھر آہستہ آہستہ اس نے زیور اتارنا شروع کیا،

چوریاں، انگوٹھیاں، پھر اس نے سر سے دوپٹہ الگ کیا۔

اور بالوں سے پنز نکالنے لگی۔ ایک ایک پن جس کے ساتھ اسے اپنے بالوں کی جڑوں میں درد محسوس ہو رہا تھی۔ مکمل بال اب کھل چکے تھے۔

جسم درد سے دکھ رہا تھا، تبھی دروازہ کھٹکا اور کوئ اندر داخل ہوا۔

وہ پلٹی تو وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

NOVEL HUT

اسے دیکھ کر وہ مسکرایا تو وہ بھی جواباً مسکرائ۔

"کسی چیز کی ضرورت یا پھر کوئ مدد چاہیے ہو؟"

وہ پوچھ رہا تھا ۔

" No , it's totally fine "

یسریٰ کہتے ہوئے اپنے بالوں کی طرف متوجہ ہوئی ۔

زیان سر ہلا کر باتھ روم میں چلا گیا ، تھوڑی دیر بعد جب وہ نکلا تو اس نے

بلیک ٹراؤزر کے ساتھ سکن فل سلیو لوز شرٹ پہنی تھی ، اس کا سٹف

تھوڑا موٹا تھا ۔

وہ بیڈ پر بیٹھ گیا تو یسریٰ نے اسے مخاطب کیا ۔

" میرے بیگز خالی ہے " اس کا اشارہ ان سوٹ کیسوں کی جانب تھا جو مکمل

خالی تھے ۔

" ہاں وہ بابا کے کہنے پر لڑکیوں نے تمہارا سارا سامان الماری میں لگا دیا تھا "

یسریٰ نے آگے بڑھ کر الماری کھولی تو ہر چیز سلیقے سے لگی تھی ، بے اختیار اس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی ،

کیونکہ وہی جانتی تھی کہ اس الماری کی یہ شکل دو دن بھی نہیں رہنی ۔

ایک سوٹ پکڑ کر جیسے ہی وہ باتھ روم کی جانب بڑھی تو زیان نے اسے پکارا ۔

" سنو ، بھوک لگی ہے ؟ کچھ کھاؤں گی ؟"

بھوک تو اسے واقع لگی تھی ۔

"" اگر شادی کے کھانے کے علاوہ کچھ ہے تو ضرور "

اس کی بات پر وہ مسکرایا.

" پِزا آرڈر کیا ہے اسمائیل نے ، وہ آتا ہی ہوگا ، تم تب تک چینج کرلو "

اس کے کہنے پر وہ باتھ روم میں چلی گئ ۔

NOVELHUT

خالی پزا کا ڈبہ اس وقت میز پر رکھا تھا، وہ دونوں ابھی صوفے پر بیٹھے تھے۔
یسریٰ اس وقت پنک شلوار قمیض پہنے ہوئے تھی، وہ فون پر میسجز چیک کر
رہی تھی، جب زیان نے اسے مخاطب کیا۔

"یہ دیکھوں"

کہتے ہوئے اس نے اپنا دائیاں ہاتھ اس کے سامنے کیا۔

یسریٰ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

ہاتھ پر مہندی سے "یسریٰ" لکھا تھا۔

" اب تو یقین آگیا کہ میں gender inequality پر یقین نہیں رکھتا " ایک جتانے والی مسکراہٹ تھی اس کے چہرے پر۔

" ہمم اچھا ہے"

" بس اتنی سی تعریف"

زیان کو اسکا روکھا انداز بڑا لگا تھا۔

"ہاں تو اب اس پر پورا مضمون لکھو؟، اچھی بات ہے تم نے اگر یہ کیا ہے تو "

زیان کا چہرہ اس وقت دیکھنے والا تھا،

جبکہ یسریٰ بمشکل ہنسی دبا رہی تھی۔

NOVEL HUT

" اچھا سنو ، تمہارے پاس اینٹی بائیوٹک اوئنٹمنٹ ہے ؟ " یسریٰ نے یاد آنے پر پوچھا ۔

"ہاں ، لیکن تمہیں کیوں چاہیے، کہیں چوٹ لگی ہے ؟"

لہجے میں فکرمندی تھی ۔

" ہمم ، سینڈل سے پاؤں میں زخم ہوگیا ہے"

یسریٰ نے کہتے ہوئے اسے اپنی زخمی ایڑی دیکھائی ۔

وہ اٹھا اور سائیڈ ٹیبل کے دراز کو کھولا ، دو منٹ میں وہ اوئنٹمنٹ اور کوٹن بڈ ہاتھ میں لیے اس کے پاس تھا ۔

وہ زمین پر بیٹھا اور نرمی سے اسکا پاؤں اپنی گود میں رکھا ، اب وہ ٹیوب کا ڈھکن کھول رہا تھا ۔

"زیان ؟"

یسریٰ شاک کے مارے بس اتنا ہی کہہ سکی،

جسے وہ نظر انداز کرگیا۔

اب وہ کوٹن بڈ کی مدد سے آہستہ آہستہ اس کے زخم پر کریم لگا رہا تھا۔

جبکہ یسریٰ کی نظر اس کے ہاتھ پر لکھے اپنے نام پر تھی، جو اس وقت آدھا نظر آرہا تھا۔

کیا اسے واقع اس شخص سے محبت ہے؟

NOVEL HUT

سوال تھا۔

پتہ نہیں!

جواب آیا۔

پھر اس کے قریب اتنا سکون کیوں ملتا ہے؟

اس سوال پر اس کی سوچیں رک گئی،

جواب نہیں تھا،

اور جو جواب تھا وہ اس وقت بلکل مناسب نہیں تھا۔

وہ اپنی سوچوں میں گم تھی، جب زیان فارغ ہوتا زمین سے اٹھ گیا تھا۔

اور وہ بس اسے ہی دیکھ رہی تھی،

نیلی آنکھوں کا مرکز سنہری آنکھیں تھی۔

NOVEL HUT

۔۔۔۔۔۔۔

تین دن بعد:

ولیمہ ہو چکا تھا ، اور سب مہمان بھی اپنے گھروں کو جا چکے تھے ، یہ پورا ہفتہ کیسے گزرا ، انہیں پتہ ہی نہیں چلا ، بس سارا وقت بھاگم بھاگ چلتا رہا ۔

آج اتوار کا دن تھا ، نومبر کا آخری ہفتہ تھا ، اور سردی دن بہ دن بڑھ رہی تھی ، شال کی جگہ سویٹر نے لے لی تھی ،

وہ دونوں کہیں بھی گھومنے نہیں جا رہے تھے ، کیونکہ زیان کو ایک سال کے لیے ٹریول منع تھا ۔

NOVEL HUT

یسریٰ نے آج سفید پیروں تک آتا فراک پہنا تھا ، جس کے گھیرے پر چمکیلی لیس لگی تھی ، سکن کلر کا سویٹر پہنے ، بالوں کی ڈھیلی سی چٹیا کی تھی۔

مہندی لگے ہاتھوں میں ایک گولڈ بریسلیٹ تھا ، جو اسے منہ دیکھائی میں ملا تھا ، اس گولڈ کے بریسلیٹ پر چھوٹا چھوٹا Z اور Y موجود تھا ، جن کے درمیان چھوٹا سا دل بنا تھا ۔

شام کے چار بج رہے تھے ، لیکن وہ اس وقت شدید حیرانی میں لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی تھی ، اس پر ایک بہت بڑا انکشاف ہوا تھا ۔

اسمائیل بمشکل ہنسی روک رہا تھا ،

جبکہ عثمان پاشا مسکرا کر اسے یقین دلا رہے تھے ،

اور زیان خاموش تماشائی بنا بیٹھا تھا ۔

"ماموں آپ لوگ کچن کا کام خود کرتے ہیں ؟ خود کھانا ، برتن دھونا ، سب کچھ ؟"

وہ حیرت کے مارے یہ سوال چوتھی مرتبہ کر رہی تھی ۔

" ارے بھابھی ، آج جب زیان بھائی اپنے ہاتھوں سے ہم سب کے لیے بریانی بنائے گے تب آپ کو یقین آجائے گا " اسمائیل نے ہنستے ہوئے کہا ۔

" یسریٰ اصل میں ، میں نے جوانی میں کوکنگ شو جیتا تھا ، میں تو ہمیشہ سے کھانا بناتا ہوں ، ان کی ماں کو بھی میں نے سکھایا تھا ، اور اس کے جانے کے بعد بھی میں نے انہیں گھر کا کھانا کھلایا ہے ، پھر آہستہ آہستہ زیان بھی سیکھ گیا ، اب ہم کھانا بناتے ہیں اور اسمائیل کچن صاف کرتا ہے "

انہوں نے طریقہ سے سمجھایا،

وہ ابھی بھی صدمہ میں تھی۔

حیران نظریں اس کوک کی جانب کی تو وہ بس مسکرا دیا۔

بیگ مینشن میں اتوار کے دن سب لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے،

ساتھ میں مؤدب انداز میں ملازم بھی وہی کھڑے تھے، عبدل خان بھی وہی تھا،

" علینہ منگل کی تیاری مکمل ہے نہ ، زیان اور یسرئ کی خاطر ین کوئ کمی نہیں ہونی چاہیے"

داؤد بیگ نے یہ الفاظ خاص طور پر سلطان کو دیکھتے ہوئے ادا کیے تھے ،

اس دن کے بعد سے ان کی زیادہ بات نہیں ہوئ تھی ،

نہ ہی اس دفع سلطان نے پہل کر کے معافی مانگی تھی ۔

" آپ فکر نہ کریں سب مکمل ہے ، بس میں سوچ رہی تھی کہ یسرئ کو ایک گولڈ سیٹ گفٹ کردوں ، لیکن زیان ؟"

اس سارے میں زونیرا خاموشی سے اپنے فون پر آئے میسج دیکھ رہی تھی ، پچھلے تین دن سے وہ اسے گوڈ مارنگ اور گوڈ نائیٹ کے میسجز کر رہا تھا ، جبکہ وہ ان کا جواب بھی نہیں دے رہی تھی ، کچھ تو عجیب تھا اس سارے میں ، وہ لاشعوری طور پر برہان عاصف کو سوچ رہی تھی ۔

" ارے بھئی عبدل، تم ایسا کرو بیگز نیو کولیکشن میں سے کوئی مہنگی سی گھڑی زیان کے لیے لے آؤ "

انہوں نے عبدل کو حکم صادر کیا۔

" جی سر "

" زونیرا جان آپ کیوں اتنی خاموش بیٹھی ہو؟"

علینہ بیگ نے کہتے ہوئے سلطان کو بھی دیکھا، وہ بھی خاموش تھا۔

" ہاں بھئی تمہیں تو خوش ہونا چاہیے، تمہاری لاڈلی چھوٹی بہن آرہی ہے، شادی کے بعد پہلی دفع"

داؤد بیگ نے بھی کہا۔

" نہیں میں بہت خوش ہوں، بس تھکی ہوئی ہوں، پچھلا سارا ہفتہ بہت مصروف تھا، چینل کے ساتھ شادی بھی، بہت تھکی ہوئی ہوں "

اس نے کہتے ہوئے سر دبایا۔

" ارے تو جان یہاں کیوں بیٹھی ہو، روم میں جاؤں ریسٹ کرو "

علینہ بیگ نے محبت سے کہا۔

سلطان بڑی خاموشی سے سب کو دیکھ رہا تھا،

سوائے زونیرا کے سب اسے اگنور کر رہے تھے،

لیکن اب اسے فرق نہیں پڑتا تھا۔

دماغ کے پردے پر ابھی تک وہ دلہن بنی مسکرا رہی تھی،

ایک خوبصورت نیلی آنکھوں والی دلہن،

جو اس کے نصیب میں نہیں تھی۔

اب زونیرا اٹھ کر اندر جا رہی تھی، اسے بے اختیار سر میں شدید درد کا

احساس ہوا،

NOVEL HUT

شائد دل بہت بڑی طرح سے دکھی تھا، تبھی اس کا اصر جسم پر واضح ہونے لگا تھا۔

وہ خاموشی سے اٹھا اور اندر کی جانب بڑھ گیا،

جاتے ہوئے اس نے عبدل کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تھا۔

NOVEL HUT

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کچن کاؤنٹر پر وہ بڑی مہارت سے پیاز کاٹ رہا تھا ، اور وہ کاؤنٹر کے پاس پڑی کرسی پر بیٹھی بڑے انہماک سے اسے دیکھ رہی تھی ۔

" تو تم لوگ شروع سے گھر میں خود ہی پکاتے ہو ،فی میل ملازمہ نہیں تو ، کوئ میل شیف رکھ لیتے ، تم لوگ تو افورڈ کر سکتے ہو "

یہ بات وہ صبح سے تیسری بار کر چکی تھی ۔

" لیکن جب ہم ایک کام خود کر سکتے ہیں تو اس میں کیا برائی ہے ؟ " اس نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

اوف وائٹ پینٹ پر ڈھیلا سا لائٹ براؤن ٹرٹل نیک پہنے وہ بے ترتیب بالوں کے ساتھ انتہائی دلکش لگ رہا تھا ۔

اوپر سے کوکنگ کرتے ہوئے ۔

" لیکن پھر بھی ، مرد کھانا بناتے ہوئے تھوڑے عجیب لگتے ہیں ، مطلب کبھی کبھی تو سمجھ میں آتا ہے لیکن ہمیشہ "

اب وہ پیاز آئل میں ڈال رہا تھا ۔

"یہ صرف سوچ ہے ، ہمارے ہاں ہم سب نے خودی سٹینڈرڈز بنائے ہوئے ہیں ، اگر کوئی لڑکا فلم میں یاں ڈرامے میں کھانا بنائے تو وہ گرین فلیگ ، لیکن وہی لڑکا حقیقت میں اپنے گھر میں کھانا بنائے ، یہ پھر پروفیشنل شیف بنے تو ، ہم اسے معیوب سمجھتے ہیں ، لوگ کہنا شروع کردیتے ہیں یہ کام تو عورتوں والے ہیں ، مرد کا کام تو باہر کا کام کرنا ہے " کہتے ہوئے اس نے اب ادرک لہسن کا پیسٹ پتیلی میں ڈالا ،

ایک دم سے سارے میں مہک پھیل گئی تھی ۔

" وہی دوسری طرف صرف ذرا سی بات پر، تم نے مجھے gender inequality کا تعنہ مار دیا، یعنی جب عورتوں کی بات آتی ہے، جب عورتیں بزنس وومین بننا چاہتی ہے تو سب فیمینزم کا شور ڈال دیتے ہیں، لیکن جب مرد کچھ الگ کرنا چاہتے ہیں تو ان کا مزاق بنا دیا جاتا ہے " وہ بہت دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا، اس کی کوئی بھی بات تعنہ نہیں لگ رہی تھی،

وہ اسے پہلی دفع اتنا بولتے ہوئے سن رہی تھی۔

ٹماٹر ڈالنے کے بعد اس نے گوشت بھی پتیلی میں ڈال دیا تھا۔

" عورت اگر شوہر کی خدمت کرے تو بیچاری، مرد اگر عورت کی خدمت کرے تو رن مرید، یہ سب ہمارے سو کولڈ معاشرے کا المیہ ہے، جب ہم ہر انسان کو عورت اور مرد ہونے کے فرق سے نکال کر وہ کرنے کا اختیار دے گے جس میں انکی خوشی ہے تو پھر ہمارا معاشرہ ترقی کرے گا، پھر

ہمارے ملک میں انگریزوں جیسی ترقی ہوگی ، معزرت سے ہمارے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی سوچ بھی بہت ٹپیکل ہے "

وہ متاثر ہوئ تھی ،

ایسا نہیں تھا یہ سب اسنے پہلی دفع سنا تھا ،

لیکن ایک سکون دل کو ہوا تھا یہ جان کر کے اسکے شوہر کی سوچ ایسی تھی ۔

" بھوک لگی ہے ؟ بریانی میں ابھی ٹائم ہے "

اس نے کہتے ہوئے پتیلی کو ڈھکن دیا ۔

"مجھے تو بہت بھوک لگی ہے "

یہ کہنے والا برہان تھا ،

جو پتہ نہیں کہاں سے آیا تھا اور آکر یسریٰ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا تھا

۔

"بریانی دم پر رکھ دی ہے ، بس پندرہ منٹ تک انتظار کرلو"

کہتے ہوئے زیان چولہے کی آنچ ہلکی کر رہا تھا۔

"اور یسریٰ تم لوگ ہنی مون پر کہا جا رہے ہو"

یسریٰ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"He can't travel"

یسریٰ نے کہتے ہوئے اپنا فون پکڑا۔

"اوہ میں تو بھول گیا تھا، تم لوگ اب کیا کرو گے ؟"

وہ زیان کو دیکھ رہا تھا جو اب کھیرے اور سالاد کا سامان لے کر ان کے سامنے بیٹھ چکا تھا۔

"کرنا کیا ہے ، یہ پورا ہفتہ دعوتوں میں گزرنا ہے ، پھر تھوڑا سا کراچی میں گھومے گے ، پھر ہم دونوں کے آفس سٹارٹ"

آخری بات پر برہان چونکہ تھا۔

"دونوں ؟"

"ہاں یسریٰ انکل کا آفس جوائن کر رہی ہے ، "

برہان نے سمجھنے والے انداز میں سرہلایا۔

" اچھا یہ تو بڑی اچھی بات ہے ، ٹریٹ کہاں ہے "

"کونسی ٹریٹ ، بھئ تمہیں ہمیں ٹریٹ دینی چاہیے "

کہتے ہوئے یسریٰ نے پلیٹ میں سے ایک کھیرا اٹھا کر منہ میں ڈالا۔

"کس بات کی ٹریٹ ، شادی تم لوگوں کی ہوئ ، کریئر میں ترقی تمہیں ہوئ ہے ، اب تم دونوں مجھے ٹریٹ دو ، ویسے بھی میں نے بہت مزدوری کی ہے تمہاری شادی پر "

"ہاں تو ہر دوست کرتا ہے ، اور ٹریٹ کوئ نہیں دے رہے ہم "

زیان نے ساتھ ہی گاجر کا ٹکرا یسریٰ کی جانب بڑھایا۔

" بھئی میری اماں دعوت کررہی ہے نہ تم لوگوں کی، وہی میری طرف سے ہے "

برہان نے کہتے ہوئے کھیرے کا ٹکرا اٹھایا تو زیان نے اس کے ہاتھ پر تھپڑ مارا۔

" ٹھیک ہے پھر تم بھی آج یہ بریانی کھاؤں گے نہ، یہ ہماری طرف سے دعوت ہے "

کہتے ہوئے یسریٰ نے گاجر کا ٹکرا منہ میں ڈالا۔

برہان ابھی زیان کو گھور رہا تھا،

جب اس نے اسے اشارہ کیا،

تو اس نے لاعلمی سے پوچھا، جیسے کیا کہہ رہے ہو،

تو زیان نے بغیر آواز کے نیہا کہا نام لیا، تو وہ سمجھ گیا۔

پھر گلا کھنکار کر یسریٰ سے مخاطب ہوا۔

" یسریٰ مجھے اور زیان کو تمہاری مدد چاہیے، جیسا کہ تم جانتی ہو، برہان نے زیان کو اپنا ہارٹ ڈونیٹ کیا تھا، اس لیے اب زیان یہ کیس ری اوپن کرنا چاہتا ہے "

یسریٰ بہت غور سے سن رہی تھی۔

" تم نیہا کو راضی کرلو، ہمیں اس کی مدد چاہیے، اور تمہاری بھی " اور آخری جملہ سن کر یسریٰ واقع میں حیران ہوئ تھی۔

" میں اسے کیو مناؤں، تم لوگوں کو مدد چاہیے، خود جاؤں اس کے پاس"

" ہم گئے تھے، اس نے انکار کردیا"

یہ کہنے والا زیان تھا۔

"تو مجھ سے بھی امید نہ رکھنا ، اس نے تعلق توڑا تھا ، ذلیل کیا تھا ، میں وہ بھول بھی جاؤں تو میری سیلف ریسپیکٹ مجھے اجازت نہیں دیتی اس سب کی"

وہ رکی نہیں تھی وہاں۔

زیان نے مایوسی سے برہان کو دیکھا۔

\---------------------

NOVEL HUT

اپنے ازلی لباس میں ، سیاہ پینٹ کوٹ میں عبل خان سلطان کے کمرے کے باہر کھڑا تھا۔ وہ پس وپیش کے عالم میں تھا ، اس کی آنکھوں کے سامنے ایک دن پہلے کا منظر لہرایا۔

"جی سر آپ نے بلایا"

عبدل خان نے مؤدب انداز سے کافی پیتے سلطان کو کہا۔

وہ اس وقت سلطان کے آفس میں تھا، یہ آفس اسکے کمرے کے اندر تھا، یہ ایک چھوٹا سا سٹڈی روم تھا، جو اسکے کمرے میں تھا،

بلیک ٹرٹل نیک کے ساتھ خاکی جینز پہنے،

ہاتھ میں کافی مگ لیے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"بیٹھوں عبدل خان"

اس نے اپنے ازلی محبت بڑے انداز سے کہا۔

"جی سر کہیے کیا حکم ہے"

عبدل نے پس وپیش سے پوچھا۔

" ارے آپ کو حکم کیسے کر سکتے ہیں ، بس آپ کی کچھ خدمات چاہیے ، وہ بھی ڈیڈ کی علم میں لائے بغیر "

اس نے کافی کا آخری گھونٹ لیا ۔

" جی سر بتائیں کیا کرنا ہے "

" مجھے زیان پاشا کی تمام معلومات چاہیے ، اس کا ماضی ، دوسرے لفظوں میں اس کے عیب ، کوئ بھی آج کل وائٹ کالر نہیں ہوتا ، آپ سمجھ رہے ہو نہ ؟"

آخر میں اس نے سوالیہ انداز میں آبرو اٹھائ ۔

ایک گہری سانس لے کر اس نے دروازہ کھٹکھٹایا ، اور اندر داخل ہوا ۔

وہ اس وقت بھوری وی نیک کے ساتھ سیاہ جینز پہنے لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ تھا، اسکا سیاہ کوٹ ہینگر پر لٹکا تھا۔

"آؤں عبدل، میرا کام ہوا؟"

اس نے کرسی کی جانب اشارہ کیا۔

"جی سر، یہ دیکھ لے"

عبدل نے ایک فائل اس کی طرف بڑھائی۔

سلطان نے سیاہ لیدر کی فائل کھولی تو سامنے ہی زیان کی تصویر تھی۔

"خوبصورت تو ہے یہ"

وہ اپنے رقیب کی تعریف کر رہا تھا،

عبدل نے اسے حیرانی سے دیکھا،

واقع میں انسان اپنی فطرت نہیں چھوڑ سکتا۔

"یہ تو ساری اس کی تعریفیں ہیں، میں نے آپ سے کچھ اور کہا تھا" سلطان نے فائنل بند کر کے اسے کہا۔

" سر عیب کا تو پتہ نہیں، اس بندے کے لیے ہر شخص کے منہ پر تعریفیں ہیں، لیکن !"

وہ رکا تو سلطان کو غصہ آیا۔

" لیکن، بولو "

" لیکن ایک چیز مجھے عجیب لگی ہے، انیس سال کی عمر میں زیان نے BBA کی ڈگری کے لیے انگلینڈ گیا، اور ایک سال بعد واپس آگیا، اور پھر دو سال کے BA کے لیے اچانک لاہور چلا گیا، اور پھر ایک دم Bachelor of Science in Aeronautical Science کے لیے اسلام آباد چلا گیا اور پھر بعد میں پاکستان ائیر لائن جوائن کرلی"

"تو اس میں عجیب کیا ہے ؟"

سلطان نے اسے دیکھا ۔

" عجیب ہے سر، اس نے تین دفعہ فیلڈ بدلی ہے ، آخر کیوں ، اور اپنے گھر سے دور رہا ، انگلینڈ میں BBA کی ڈگری چھوڑ کر کون لاہور میں ba کرتا ہے ؟ ، اور پھر ایک دم سے پائلٹ ، کچھ تو ایسا ہوا ہوگا نہ انگلینڈ میں جو وہ ایک سال میں واپس آگیا ، اور پھر کراچی کی بجائے لاہور چلا گیا "

سلطان واقع میں سوچ میں پڑ گیا تھا ۔

"پتہ کرواؤں ایک سال زیان نے انگلینڈ میں کیا کیا تھا "

سلطان نے سوچتے ہوئے کہا ،

یقیناً اس کے ہاتھ میں کچھ آنے والا تھا ۔

CONTACT THE AUTHOR

If you want to contact the author we will mention her

instagram link here

Novel-hut at your service

JazakAllah

NOVEL HUT

Writer's instagram : Fatimasial_official